ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ:— نصیر احمد قمر

جلد ۴ جمعۃ المبارک ۶؍جون ۱۹۹۷ء شمارہ ۲۳

۲۹؍محرم ۱۴۱۸ ہجری ☆ ۶؍احسان ۱۳۷۶ ہجری شمسی

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

یہ زمانہ اسلام کی بہار کا ہے۔ اب اس کے فضل کا دروازہ کھل گیا ہے اور خدا نے جو ارادہ کر لیا ہے وہ ہو کر رہے گا

"........... یہ سلسلہ اپنے وقت پر آسمان سے قائم ہوا ہے اگر اور سب دلائل کو نظر انداز کر دیا جاوے تو صرف وقت ہی بڑی دلیل ہے۔ صدی سے بیس سال بھی گزر گئے خدا کا وعدہ قرآن شریف اور احادیث میں ہے کہ وہ مسیح صلیبی فتنہ کے وقت پیدا ہوگا۔ اب ان فتنوں کا زور دیکھ لو۔ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس لاکھ مرتد موجود ہے حالانکہ اس سے پیشتر اہل اسلام میں ایک مرتد ہوتا تو قیامت آجاتی۔ کیا اس وقت بھی خدا خبر نہ لے؟ پھر عملی حالت کو دیکھ لو کہ کس قدر ردی ہے۔ نام کو تو مسلمان ہیں مگر کرتوت یہ ہیں کہ بھنگ چرس وغیرہ نشوں میں مبتلا ہیں کیا اب بھی وقت نہیں ہے؟ عیسائی لوگ بھی منتظر ہیں اور یہی وقت بتلاتے ہیں۔ اہل کشف نے بھی یہی لکھا ہے۔ قرائن و علامات بھی اسی کو بتلا رہے ہیں۔ اگر اس وقت خدا خبر نہ لیتا تو دنیا میں یا ضلالت ہوتی یا عیسویت۔ جو قرآن پر اور اللہ پر ایمان لاتا ہے اسے ماننا پڑتا ہے لیکن جو یہود کی طرح وقت کو ٹالنے والے ہیں وہ محروم رہتے ہیں۔

پھر ایک دلیل سواد اعظم کی پیش کرتے ہیں کہ وہ برخلاف ہے۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ مصلح تو اسی وقت آتا ہے جب لوگ بگڑ جاویں۔ اب بگڑے ہوؤں کا اتفاق اور شہادت کیا حکم رکھتی ہے ....

یہ زمانہ اسلام کی بہار کا ہے۔ اگر ہم چپ بھی کریں تو خدا تعالیٰ باز نہ آوے گا اور اصل میں ہم کیا کرتے ہیں وہ تو سب کچھ خدا ہی کر رہا ہے۔ ہم تو صرف اسی لئے بولتے اور لکھتے ہیں کہ ثواب ہو۔ اب اس کے فضل کا دروازہ کھل گیا ہے اور خدا نے جو ارادہ کر لیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ دیکھو نہ ہمارے واعظ ہیں نہ لیکچرار ہیں نہ انجمنیں ہیں مگر جماعت ترقی کر رہی ہے۔ ہزاروں نے صرف

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

قوموں کا تفرقہ مٹانا ضروری ہے مگر توحید کے ذریعہ۔ اس کو چھوڑ کر آپ قومی تعصّبات کو دور نہیں کر سکتے۔ کل عالم کو ایک کرنے کے لئے اپنے اپنے ملک میں وحدانیت کے مناظر پیش کریں

جرمنی میں اس صدی کے اختتام سے پہلے سو مساجد کی تعمیر کے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے سلسلہ میں اہم ہدایات

خلاصہ خطبہ جمعہ۔ ۲۳؍مئی ۱۹۹۷ء

بادکروئزناخ۔ جرمنی (۲۳؍مئی): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر بادکروئزناخ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ کے ساتھ ہی اجتماع کا افتتاح عمل میں آیا۔ حضور ایدہ اللہ نے تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۱۵۹ ﴿قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ....الخ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اس آیت میں توحید کا عالمی اعلان ہے۔ حضور نے فرمایا کہ توحید ہی ہے جو تمام عالم کے مسائل کو مٹا سکتی ہے اور رنگ و نسل اور جغرافیائی تفریق کو ختم کر سکتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اس جگہ آنحضرت ﷺ کو امی بتا کر یہ سمجھایا گیا ہے کہ آپ نے کسی دوسرے سے تعلیم حاصل نہیں کی اور کسی قوم کی صفات نے آپ پر اثر نہیں کیا۔ آپؐ چونکہ اللہ سے محبت رکھتے تھے اور اللہ آپ سے محبت رکھتا تھا اس لئے آپ نے اللہ کے رنگ سیکھے اور اللہ نے آپ کو اپنے رنگ سکھائے۔ یہی وہ مرکزی نکتہ ہے جسے یاد رکھنا عالمی صفات پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ خدا کی صفات کا رشتہ نہ ہو تو کوئی رشتہ انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ اکٹھا نہیں کر سکتا۔ اللہ کو اپنی ہر مخلوق سے تعلق ہے۔

باقی خلاصہ خطبہ جمعہ صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر روزانہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ "ملاقات" کا پروگرام نشر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام احباب کی دینی، روحانی تعلیم و تربیت کے لئے بے حد مفید اور اہم ہے۔ مختصرات کے اس کالم میں ہم ہفتہ بھر کے پروگرام "ملاقات" کی مختصر ڈائری پیش کرتے ہیں تاکہ اگر کوئی اصل پروگرام سن یا دیکھ نہیں سکے تو وہ مطلوبہ پروگرام کا حوالہ دے کر اپنے ملک کے شعبہ سمعی و بصری سے یا شعبہ آڈیو ویڈیو (یو۔ کے۔) سے اس کی ویڈیو حاصل کر سکیں۔ گزشتہ ہفتہ کے پروگرام "ملاقات" کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

ہفتہ ۱۷؍مئی ۱۹۹۷ء:

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جرمنی کے دورہ پر تشریف لے جانے کی وجہ سے مکرم عطاء المجیب صاحب راشد، امام مسجد فضل لندن نے بچوں کی کلاس لی۔ تلاوت اور نظم کے بعد ایک بچے نے ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی برکات پر مضمون پڑھا۔ جس میں بچوں کو سمجھایا کہ ایم ٹی اے سے پہلے جب جلسہ سالانہ میں لوگوں کی کثرت کیوجہ سے سٹیج بہت دور ہو جاتا تھا اور لوگوں کے بیان کے مطابق جب حضرت خلیفۃ المسیح سٹیج پر رونق افروز ہوتے تو دور کے لوگوں کو حضور انور کی پگڑی ہی نمایاں نظر آ سکتی تھی لیکن اب خدا کے فضل سے دن میں کئی دفعہ شرف ملاقات اور زیارت نصیب ہوتی ہے۔ مکرم امام صاحب نے بچوں کو سمجھایا کہ آپ دنیا کے سب سے زیادہ خوش نصیب بچے ہیں جنہیں ہر طرح کے قرب اور حضور انور کی شفقت نصیب ہے اس لئے اس وقت کی قدر کریں اور خدا تعالیٰ کا شکر کیا کریں۔ آج کی کلاس میں سوتے وقت اور صبح اٹھنے کے وقت کی دعائیں بچوں کو یاد کروائی گئیں۔

اتوار، ۱۸؍مئی ۱۹۹۷ء:

آج انگریزی دان افراد کے ساتھ مجلس سوال و جواب دکھائی گئی جس میں حسن اتفاق سے سب ہی افریقن بھائی سیرالیون، نائیجیریا اور گھانا کے تھے۔ اور جو ۲۲؍دسمبر ۱۹۹۶ء کو ریکارڈ ہوئی تھی۔ سوالات و جوابات کا خلاصہ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین ہے۔

☆ اسلامی تعلیم کے مطابق بچے کو دودھ پلانے کا عرصہ دو سال ہے۔ کیا اسلام ضبط تولید کی اجازت دیتا ہے؟

حضور انور نے فرمایا یہ وقفہ بچے کی اعلیٰ تربیت اور ماں کی صحت کے لئے بہت مناسب ہے۔ اگر اس سے لمبا بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن محض غربت کی وجہ سے ضبط تولید ناپسندیدہ ہے۔

☆ بحث کے دوران عیسائی لوگ حضرت آدم اور شجر ممنوعہ کے متعلق اسلامی عقیدہ جاننا چاہتے ہیں۔ انہیں کیا بتایا جائے۔

حضور انور نے اس مسئلے پر نہایت لطیف رنگ میں روشنی ڈالی۔ پیغام یہ تھا کہ شیطان خواہ کتنے ہی سبز باغ دکھائے اس کے دھوکے میں نہ آؤ۔ اور خدا کے احکامات اور شریعت کی حدود کے اندر رہو۔

☆ اسی طرح سے شادی کے سلسلے میں والدین کا دخل اور بچوں کی مرضی، اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کی قبولیت، مریخ پر زندگی کے آثار اور وہاں اسلام کے پھیلنے وغیرہ کا امکان کے بارہ میں سوالوں کے مختصر جواب حضور نے ارشاد فرمائے۔ افریقہ کی اقتصادی حالت کے بحران کی وجہ، موت کے بعد کی زندگی کی کیفیت اور کیا وہاں رویت باری نصیب ہوگی؟ وغیرہ امور زیر بحث آئے۔

سوموار، ۱۹؍مئی ۱۹۹۷ء:

آج ہومیوپیتھی کی کلاس نمبر ۲۸ جو ۲۵؍جولائی ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ ہوئی تھی نشر کی گئی۔ آج اس کلاس میں حضور انور نے مرگی جیسی موذی مرض پر تفصیل سے بحث فرمائی۔ اور فرمایا کہ مرگی کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں یا تو دماغ کے اندر غدود پیدا ہو جاتے ہیں یا خول چھوٹا ہوتا ہے اور دماغ بڑھ رہا ہوتا ہے جس صورت میں اپریشن ضروری ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ایسے دماغی اپریشن کے چوٹی کے ماہر ڈاکٹر Eccles ہیں جنہوں نے ۴۳ کامیاب آپریشن کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ روح کوئی چیز ہے جسے وہ Mind کہتے ہیں۔ ان کی ان خدمات پر انہیں نوبل انعام دیا گیا۔

مرگی کے لئے کاسیکم اور کیوپرم بھی مفید ہیں۔ حضور انور نے آج کے سبق میں روزمرہ استعمال ہونے والے لفظ الرجی کی توضیح فرمائی۔

منگل، ۲۰؍مئی ۱۹۹۷ء:

آج ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۲۷ جو ۸؍دسمبر ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ ہوئی تھی براڈکاسٹ کی گئی۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۵ سے سبق کا آغاز ہوا جس میں بیوہ ہو جانے کی صورت میں ۴ ماہ اور دس دن کی قرآن کریم کی عائد کردہ عدت کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اس عرصہ میں عورت گھر یعنی خاوند مرحوم کے گھر میں ٹھہری رہے۔ شرافت اور سادگی سے زندگی بسر کرے۔ اگر کام کرتی ہو اور گھر

باقی صفحہ ... پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور اس کے ذریعہ پیدا ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے یہ بشارت دی تھی کہ:

"ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کریگا"۔

چنانچہ جیسا کہ فرمایا گیا تھا اسی طرح ہوا اور باوجود معاندین کی انتہائی کوششوں اور مکارانہ منصوبوں کے یہ الٰہی جماعت ہر قسم کی مشکلات اور مخالفت کے طوفانوں سے گزرتے ہوئے بڑھتی اور پھولتی اور پھیلتی چلی جارہی ہے۔ گزشتہ ماہ جرمنی میں مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر اس کا ایک نہایت ہی ایمان افروز نظارہ دیکھنے میں آیا جسے ایم ٹی اے کے توسط سے ساری دنیا نے دیکھا۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ دنیا کے بہت سے ممالک میں مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے، مختلف زبانیں بولنے والے افراد، جماعت احمدیہ مسلمہ میں موجود ہیں لیکن اس وقت تک جرمنی وہ منفرد و ممتاز ملک ہے جس میں مختلف قومیتوں اور مختلف زبانوں اور رنگوں سے تعلق رکھنے والے احمدی اتنی تعداد میں موجود ہیں کہ وہ مسابقت فی الخیرات کے جذبہ کے تحت مختلف دینی و علمی مقابلوں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے باقاعدہ مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ چنانچہ دنیا بھر میں جرمنی وہ پہلا ملک ہے جہاں خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقعہ پر ان سب نوجوانوں کے لئے مختلف زبانوں میں دینی و علمی مقابلہ جات ہوئے اور سب شرکاء نے بڑے جذبہ و جوش کے ساتھ ان میں حصہ لیا۔

ایک وقت تھا کہ ربوہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک خصوصی شبینہ اجلاس میں دنیا بھر سے آئے ہوئے مختلف ممالک کے نمائندگان اپنی اپنی زبان میں تقاریر کیا کرتے تھے۔ اور یہ منظر بھی بہت ہی دلکش ہوتا تھا۔ افریقن، امریکن، چینی، جاپانی، انگریزی، جرمن غرضیکہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے آئے ہوئے مختلف افراد جب اپنی اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کی توحید اور عظمت اسلام کی باتیں کرتے تھے تو خدائی وعدوں کے پورا ہونے کے یہ ابتدائی آثار دلوں میں عجیب اہتزاز کی کیفیت پیدا کیا کرتے تھے۔ مگر اب تو معاملہ خدا کے فضل سے بہت آگے نکل چکا ہے اور ایک ہی ملک میں باقاعدہ مختلف زبانوں میں اجتماعات ہونے لگ گئے ہیں۔ چنانچہ امسال مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر وہ نظارہ بہت ہی دلوں کو موہ لینے والا اور ایمان کو تقویت دینے والا تھا جب افریقن، ترکی، بوزنین، البانین، بنگلہ دیشی، پاکستانی، جرمن، عرب، غرضیکہ مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والے، مختلف زبانیں بولنے والے، مختلف رنگ و نسل والے نوجوان سٹیج پر آکر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک سے مختلف مقابلوں میں امتیاز حاصل کرنے پر انعامات حاصل کر رہے تھے۔ یقیناً رنگوں اور زبانوں کا اختلاف خدا تعالیٰ کے نشانات میں سے ہے۔ اور ان طبعی اختلافات کے باوجود وحدت کا یہ نظارہ بہت ہی پر لطف اور ایمان افروز تھا۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

آج اس دور میں جبکہ ہر طرف قوم اور نسل اور رنگ اور زبان کے تعصبات سر اٹھا رہے ہیں اور وحدت انسان کو پارہ پارہ کرنے پر آمادہ ہیں اس ماحول میں وحدت کے قیام کا یہی وہ واحد سلسلہ ہے جو تمام ناجائز تفریقات کو مٹاتے ہوئے ساری نوع انسانی کو محبت و مؤدت کی لڑی میں پرونے والا ہے۔ ہر اہل بصیرت معمولی سے غور سے ہی معلوم کر سکتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کا اتحاد آج اگر ممکن ہے تو صرف یہی ایک جماعت، جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر ہے جو یہ فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہی ہے اور صرف یہی ایک جماعت ہے جس کے ہاتھ پر یہ عظیم الشان کام مقدر ہے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماع کے موقعہ پر اپنے خطاب میں اس راز سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور اسے خوب کھول کر بیان فرمایا ہے کہ تمام عالم کا اتحاد صرف توحید کے ذریعہ ممکن ہے۔ پس جماعت کے ذریعہ عالمی وحدت کے ایسے عملی نمونے اس بات کا بھی ثبوت ہیں کہ یہ جماعت توحید باری تعالیٰ سے وابستہ جماعت ہے۔ اور یہ توحید ہی کی برکتیں ہیں جو اس میں اپنے پھل لا رہی ہیں اور کالے اور گورے، سرخ و سفید اور زرد رو سبھی توحید باری کے فیض سے اللہ کے نور اور اس کی صفات کے رنگ میں رنگین ہیں۔

☆☆☆

بقیہ مختصرات از صفحہ (۱)

بیٹھنے کی صورت میں بچوں پر تنگی کا خطرہ ہو تو خلیفہ وقت کی اجازت سے صرف کام پر جا سکتی ہے۔ کوئی مرد اگر اس سے شادی کا خواہاں ہو تو عدت کے دوران اشارے کنائے سے اظہار کر سکتا ہے۔ لیکن قطعی فیصلہ عدت کے بعد کرنا ہوگا۔

لفظ معروف سے مراد شریعت کے مطابق وہ اچھے رواج ہیں جو فرائض سے بالا ہوں چنانچہ بیعت میں بھی لفظ معروف سے یہی مراد ہے کہ فرائض کے علاوہ نوافل میں بھی اطاعت کریں گی۔ معروف اگرچہ طوعی اطاعت سمجھی جاتی ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے خاص بندوں پر یہ فرض ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر آیت نمبر ۲۴۳ میں بیان کردہ حسین معاشرہ جاری ہو جائے تو دنیا جنت بن جائے۔

کسی قسم کے خوف کی حالت میں نماز سواری پر پڑھنے کا حکم ہے اس کی بھی تشریح بیان کی گئی۔

آیت نمبر ۲۴۴ کے حوالے سے حضور نے فرمایا کہ قرآن مجید اور بائبل کے کھلے کھلے اختلاف کا ثبوت اس طرح ملا کہ بائبل کہتی ہے کہ اسرائیلی لاکھوں کی تعداد میں موت کے خوف سے بھاگے۔ قرآن مجید نے ہزاروں کا ذکر کیا ہے جو بالکل قرین قیاس ہے۔ لاکھوں کا کوئی امکان نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ موت سے بھاگے اور خدا تعالیٰ نے فرمایا، "موتوا" مرجاؤ۔ یہاں موت سے مراد گناہ کی زندگی سے نجات اور اپنے آپ پر موت وارد کر لینا ہے۔ الغرض قرآن مجید کی روشنی میں ماضی کی سیر ایک عجب روحانی لذت دیتی ہے۔

بدھ، ۲۱/ مئی ۱۹۹۷ء :

ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۲۸ جو ۱۵/ دسمبر ۱۹۹۴ء کو منعقد ہوئی تھی حضور انور کے لندن سے باہر ہونے کی وجہ سے دوبارہ براڈکاسٹ کی گئی۔ آیت نمبر ۲۴۷ تا ۲۵۴ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کی گئی۔ بنو اسرائیل کی روایتی خود غرضی اور دھوکہ دہی کی منظر کشی قرآن مجید نے خوب خوب کی ہے۔ بادشاہت کیلئے بنیادی اصول قرآن مجید نے وسعت مال نہیں بلکہ علم اور جسمانی تنومندی بتائے ہیں۔ آیت نمبر ۲۴۹ میں "التابوت" سے مراد دل ہے جو ایمان سے پر ہو۔ حضور نے فرمایا کہ تمام دوسرے مفسرین سے الگ میری رائے یہ ہے کہ حضرت داؤد اور طالوت ایک ہی شخص تھے۔ طالوت حضرت داؤد کا صفاتی نام تھا۔ یعنی نبوت سے پہلے آپ طالوتی صفات سے مشہور و معروف تھے۔

جمعرات، ۲۲/ مئی ۱۹۹۷ء :

آج ہومیوپیتھی کلاس نمبر ۲۸ جو ۲۵/ جولائی ۱۹۹۴ء کو لی گئی تھی دوبارہ نشر کی گئی۔ بجلی کے کوندوں کی طرح کی جسم میں درد کے لئے بھی کاسٹکم کار آمد ہے۔ جلدی امراض، دماغی امراض، ذیابیطس، چہرے پر غیر ضروری بال، جگر اور انتڑیوں کی سوزش وغیرہ کے لئے دوائیں زیر بحث آئیں۔

جمعۃ المبارک، ۲۳/ مئی ۱۹۹۷ء :

جمعہ کے مقررہ پروگرام کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ۱۵/ فروری کی ملاقات نمبر ۸۲ کے پروگرام کا آخری حصہ نشر کیا گیا۔ عیدالفطر کے بعد کی یہ پہلی ملاقات تھی اور بچوں نے رمضان کی برکات پر مضامین پڑھے۔ (ا۔م۔چ)۔

بقیہ ارشادات عالیہ

"خواب کے ذریعہ سے بیعت کی۔ کوئی ان کو بتلانے اور سمجھانے والا نہ تھا۔ آخر خدا نے دستگیری کی۔ کیا ہماری طاقت تھی کہ ہم یہ سب کچھ کر لیتے؟ یہ اسی کا ہاتھ ہے جو کر رہا ہے۔ صدق ایسی شئے ہے کہ انسان کے دل کے اندر جب گھر کر جاوے تو اس کا نکلنا مشکل ہے۔ جو لوگ ہمارے عقائد کو بعد تحقیق قبول کر لیتے ہیں تو جان سے زیادہ ان کو عزیز جانتے ہیں ایک نمونہ مولوی عبداللطیف ہیں کہ ہزاروں مرید رکھتے تھے۔ ریاست ان کی تھی۔ دولت بھی بے شمار تھی۔ شاہی دستار بند تھے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر موت قبول کی۔ کیا یہ قوت و برکت جھوٹ میں ہو سکتی ہے؟ کیا بجز سچائی کے اور بھی کسی میں طاقت ہے؟ یہاں پنجاب میں بھی بہت سے لوگ ہیں کہ صرف ایمان کے لئے تکلیف دئے جاتے ہیں۔ قوم، برادری اور گاؤں والے ان کو طرح طرح کی اذیت صرف اس لئے دیتے ہیں کہ انہوں نے سچ کو قبول کیا ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ دلوں میں نہیں ڈالتا تو وہ ان مصائب کو کیونکر برداشت کرتے ہیں یہاں تک کہ حقیقی باپ اور بھائی بھی ان لوگوں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ دو آنے روز محنت کر کے کماتے ہیں اور اس میں سے ہمیں چندہ دیتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، نمازوں کے پابند ہیں۔ خدا تعالیٰ کے آگے تضرع اور ابتہال کرتے ہیں۔ اب سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ ان کو نور ایمان عطا کرے اور دلوں میں صدق ڈالے یہ سب کچھ کب حاصل ہو سکتا ہے"۔

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۸)

☆☆☆

ہمارے مخالفین جس قدر چاہیں زبان درازیاں کریں اور ضد و تعصب کے ساتھ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انکار و تکذیب پر مصر رہیں لیکن خدا تعالیٰ کی ان فعلی شہادتوں کو وہ کس طرح رد کر سکتے ہیں کہ آج ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پی رہی ہے۔ ہاں وہی چشمہ جس کے متعلق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا ہے ؎

این چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است

مذہب، فلسفہ، سائنس اور پھر مذہب

قرآن مجید کے مطالعہ کی روشنی میں

(دوسری قسط)

مذہب نے کائنات کو ایک خالق اور مالک، رب العالمین خدا کے اپنے منصوبے کی کارفرمائی قرار دیا جس کو فلسفہ اور سائنس ٹائن بی کی Divine Plan اور Universal Church کی محولہ بالا تاریخی گواہی کے باوجود اس کی تمام جزئیات کے ساتھ تسلیم کرنے سے گریزاں ہوتے ہوئے بھی ایک حقیقت کو ماننے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں کہ اس کائنات میں ایک قدرتی ترتیب ہے جو ایک تنظیم کے ساتھ بلاکم و کاست ان کے اپنے اندازوں کے مطابق اربوں سال سے سرگرم عمل ہے تو کیا یہ نظام ایک تدبیر کا متقاضی نہیں اور کیا کوئی تدبیر بغیر کسی مدبر کے خود بخود اس قدر پابندی نظام کے ساتھ چل سکتی ہے؟

تخلیق کائنات اور الٰہی ربوبیت

فلسفہ اور سائنس مدبر کے امکانی وجود سے آگے نہیں جاتے ۔ زیادہ سے زیادہ برگساں اس کو ایلن وائٹل (ElanVital) کا نام دے کر غیر مرئی سمجھتا ہے جس کو انسانی عقل و شعور سے بالا ہونے کے سبب Instinctive یعنی جبلی اور Intuitive یعنی وجدانی ذرائع سے سمجھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے کیونکہ Creative evolution یعنی تخلیقی ارتقاء کی وجہ سے Ever flowing stream of reality یعنی ایک ازلی ابدی سرچشمہ حقیقت ہے جس کو بس محسوس کیا جائے اس سے اس طرح وصال ممکن نہیں کہ انسان اس سے تعلق جوڑ کر رہنمائی حاصل کر سکے۔ اگر یہ Creative evolution مخلوق سے متعلق ہے تو کیا خدا اپنی ہستی کو منوانے کے لئے کسی مادی تخلیقی ارتقاء کا محتاج ہے حالانکہ یہ ارتقائی عمل اسی کے ارادے اور اس کے اپنے تخلیقی عمل کی ایک شکل ہے نہ کہ کسی مادی یا غیر مادی مخلوق کا بالارادہ یا بلا ارادہ ذاتی فعل ہے جیسے بعض مادہ پرست آزاد خیال Agnostics اور Existentialists دانشوروں کا خیال ہے۔ اور دراصل ان دانشوروں کا یہ خیال بھی فلسفیوں کے خالق حقیقی کے صرف امکان کے بارے میں اس نامکمل نظریہ کی بنا پر ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا اور جس کی وجہ سے انسان کا حقیقت مطلقہ کی تلاش میں سفر پھر اس مقام پر آ جاتا ہے جہاں سے پہلا قدم اٹھایا تھا۔

اگر فلسفیوں کے Instinctive اور Intuitive کشمکش کے نظریے کو الٰہی منصوبے سے جدا کر دیا جائے تو گویا فلسفیوں اور مادہ پرست سائنس دانوں نے ایک ایسے خدا کا کھوج لگایا جس نے انسان کو خلق کر کے ایک اور وسیع و عریض مخلوق کائنات کے اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود Ever flowing stream ہونے کے سبب اپنے کسی لامحدود سفر پر نکل گیا گویا اس کو اپنی مخلوق سے کوئی واسطہ ہی نہ رہا ہو۔ تو اس تخلیق کا مقصد کیا ہوا اور وہ خالق حقیقت مطلقہ کیسے ٹھہرا۔ خالق بھی ہو اور بے مقصد کام بھی کرے اور اگر Creative evolution حقیقت مطلقہ سے متعلق ہے جس کا اپنا سفر ابھی جاری ہے اور جاری رہے گا تو وہ سفر لامحدود ہے پھر تو وہ بھی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ وہ خود نامکمل ہے تو حقیقت مطلقہ کیسے ہوا۔ مزید برآں یہ کہ یہ بات بھی ایک امکان کی ہے جبکہ تخلیق کو بامقصد بنانے کے لئے یقین کی ضرورت ہے کیونکہ جیسے خدا نے کائنات کی تخلیق تماشا دیکھنے کیلئے نہیں کی اس طرح انسان کو بھی اس دنیا میں کوئی تماشا دیکھنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ فرمایا:

"وما خلقنا السماء والارض و ما بینهما لعبین"

(سورہ انبیاء : ۱۷)

یعنی ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور بندوں کے بارے میں فرمایا "افحسبتم انما خلقنكم عبثا" (سورہ مومنون : ۱۱۶)۔ یعنی کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو بغیر کسی مقصد کے پیدا کیا ہے۔

اسلام کے مطابق انسان ازلی ابدی حقیقت مطلقہ پر ایمان اور شعور کا امین بنا کر بھیجا گیا ہے جو ایک ذمہ داری کا مقام ہے۔ اور جتنی بڑی اور اعلیٰ ذمہ داری ہوگی اتنا ہی بلند و بالا شرف ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"انا عرضنا الامانة على السمٰوات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوماً جهولا" (الاحزاب : ۷۳)۔

یعنی ہم نے کامل امانت کو آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن اس کے اٹھانے سے انہوں نے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ وہ یقیناً اپنی جان پر بہت سختی کرنے والا اور عواقب سے بے پرواہ تھا۔

اسلام مخلوق میں تو ارتقاء کا قائل ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا:

"قد خلقكم اطوارا" (سورہ نوح : ۱۵)۔ اور تم کو ہم نے مختلف درجات سے گزار کر پیدا کیا۔ اور یہ ارتقاء اس کے ناقص اور ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے لیکن خالق کے بارے میں کسی ارتقائی عمل کا اشارۃً بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں وہ لامحدود وسعتوں کے ساتھ بے پناہ طاقتوں والی محیط کل، وراء الوراء ہستی ہے کہ کوئی مخلوق اپنے محدود وسائل اور محدود استعدادوں کے ساتھ اس کی ذات و صفات پر مکمل آگاہی حاصل نہیں کر سکتی۔ فرمایا: "ولا يحيطون به علما" (طٰہ : ۱۱۱)۔ انسان اللہ کو علم کے ذریعہ نہیں پا سکتے۔ یعنی انسان اپنے علم کے ذریعہ خدا کی ذات و صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا ہاں وہ خود اپنی ذات کے بارے میں جتنا چاہے اپنے بندوں پر ان کے ذوق و شوق اور استعدادوں کے مطابق انکشاف فرماتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

"لا تدركه الابصار و هو يدرك الابصار و هو اللطيف الخبير" (سورہ الانعام آیت ۱۰۴)۔

یعنی انسانی آنکھ اس تک نہیں پہنچ سکتی وہ انسانی آنکھ پر اپنے کو ظاہر فرماتا ہے۔

کس طرح وہ انسانی آنکھ تک پہنچتا ہے۔ فرمایا:

"ان فی السمٰوات والارض لآیات للمومنین"

(الجاثیہ آیت ۴)

یعنی آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لئے نشانات ہیں۔

مزید فرمایا۔ "و فی الارض آیات للموقنین. و فی انفسکم افلا تبصرون" (الذاریات : ۲۱، ۲۲)

یعنی اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانات ہیں۔ (یعنی آسمانوں میں دور جانے کی ضرورت نہیں تمہارے اپنے اردگرد زمین میں ہمارے نشانات پھیلے ہوئے ہیں)۔ حتیٰ کہ خود تمہارے اندر تم کیوں نہیں دیکھتے۔ کس قدر یقین سے دعویٰ فرمایا کہ خود انسان کو جو اس کی ہستی کے خلاف مدعی بن رہا ہے اپنے حق میں گواہ کے طور پر پیش کر دیا۔

آیات الٰہیہ میں کوئی ارتقاء نہیں۔ ہاں مخلوق اور بندوں کی مناسبت سے ہر دم اور ہر آن ان نشانات کے اندازِ اظہار بدلتے رہتے ہیں۔ فرمایا: "کل یوم هو فی شان" (الرحمان : ۳۰) یعنی ہر وقت وہ ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔ اس کے جلووں کا کوئی شمار نہیں۔ پس اس کی ذات ہر لحاظ سے مکمل ہے ہاں اس کی شان بے انتہا ہے۔

فلسفہ اور سائنس کی کم مائیگی

فلسفہ برگساں کے مطابق وجدان کی حد تک تو پہنچتا دکھائی دیتا ہے لیکن اس روحانی کوچے سے ناآشنائی کے سبب فلسفی پھر عقل کی طرف مڑ جاتے ہیں حالانکہ عقل بعض اوقات جبلت کے تابع ہو جایا کرتی ہے کیونکہ جبلتیں قدرتی خواہشات کے وہ سرکش گھوڑے ہیں جو افلاطون کی تشبیہ کے مطابق اپنی اپنی سمت میں گاڑی کو لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو زندگی کی گاڑی میں جوت کر ایک گاڑی بان کی ضرورت ہوتی ہے جو عقل ہو سکتی تھی لیکن افسوس اس گاڑی بان کو نہ صرف منزل کا ہی پتہ نہیں بلکہ وہ قابل اعتماد بھی نہیں کیونکہ بسا اوقات وہ خواہشات کے سامنے خود نگو بن کر ان کی ستم ظریفیوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ماہر سائیکالوجی پروفیسر میکڈوگل لکھتے ہیں:

" The instincts are the prime mover of human activity .... all the comple intellect operatus of highly developed mind is but the instrument by which impulses seek their satisfaction

(Outline of Psychology p.218)

"جبلتیں انسانی سرگرمی عمل کے لئے قوت متحرکہ ہیں.......... نہایت ہی اعلیٰ ترین دماغ کا جوہر یعنی باریک بین عقل بھی ان خواہشات کی اپنی مرضی کی تسلی پانے کا ایک آلہ کار ہونے کے سوا کچھ نہیں"۔

گویا اس منزل کی نشان دہی ہو گئی جہاں فلسفہ بھٹکا تھا۔ اب سائنس کی باری بھی آنی تھی چنانچہ جس طرح بچہ اپنے کھلونے کو سمجھ نہیں پاتا تو اس کو توڑ دیتا ہے انسان نے مادہ کو پھاڑ دیا لیکن خود سائنس دانوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ مادہ کی فنا ثابت ہو گئی۔ وہ تو مادے کو ہی ازلی ابدی سمجھے بیٹھے تھے اور اس کی مختلف شکلوں میں حقیقت مطلقہ کی تلاش میں تھے۔ اب مادہ تو ختم، انرجی کا نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا جو کسی بھول بھلیوں سے کم نہیں۔ جیسے پروفیسر جوڈ تحریر فرماتے ہیں:۔

" Nineteenth century physics was essentially materialistic under its influence physicists untill recent years have been dominated by the notion that to be real a thing must be of the same nature of a piece of matter ....

Today the whole foundation for this whole way of thinking, the hard, obvious, simple lumps of matter, has disappeared. Modern matter is something infinitely attentuated and elusive; it is a lump in space, time, a 'mush' of electricity, a wave of probability undulating into nothingness; frequently it turns out not to be matter at all but a projection of the consciousness of its perceiver.

(Guide to modern thought p.18-19).

"انیسویں صدی کی فزکس یقینی طور پر مادہ پرست تھی اسی وجہ سے چند سال پہلے تک فزکس کے سائنس دانوں پر یہی خیال مستولی رہا کہ کسی چیز کے حقیقی ہونے کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ مادہ کا ایک ٹکڑا یا جزو ہو۔

آج اس تمام انداز فکر کی بنیاد یعنی معمولی حیثیت اور مرئی اور محسوس ہیئت والا مادہ زمان و مکان کی ایک معمولی سی شے یا ایک برقی جھپک اور ایک امکانی حرکت سے زیادہ کچھ نہیں جو ہستی سے نیستی کی طرف تحلیل ہوتی دکھائی دیتی ہے اور بسا اوقات تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مادہ اپنا وجود کھو کر کچھ ایسی شے بن جاتا ہے جس کا نظر آنا یا محسوس ہونا اس کے دیکھنے یا احساس کرنے والے کے شعوری گمان پر منحصر ہے"۔

فلسفی حضرات جو مذہبی دنیا کے تجربات پر Blind faith یعنی اندھے اعتقاد اور Dogmatism یعنی خوش اعتقادی کا الزام لگا کر سائنس میں Realism یعنی حقیقت پسندی ڈھونڈنے گئے تھے وہاں بھی وہ بے نیل و مرام رہے۔ پروفیسر جوڈ لکھتے ہیں:۔

" Inadvisedly, as one cannot but feel, for the philosophising of the Physicists is noticeably inferior to their physics,& eminent men are at the moment engaged in making all the mistakes which the philosophers made for themselves .. Some three hundred years ago and have been engaged in detecting and correcting ever since. In particular it is thought that modern physics lends support to idealism, and suggests, if it does not actually require, a religious interpretation of the universe. (Ibid p.18)

"مخلی بالطبع ہو کر اگر دیکھا جائے تو ہر کوئی اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ فزکس کے سائنس دانوں کا فلسفیانہ انداز فکر ان کی فزکس کے مقابلہ میں واضح طور پر کم تر ہے۔ اور ان میں سے معروف حضرات بھی ان تمام غلطیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں جو تین سو سال قبل فلاسفروں سے سرزد ہو رہی تھیں اور وہ جب سے آج تک ان کی نشان دہی اور اصلاح میں مصروف رہے ہیں۔ خاص طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جدید فزکس پہلے سے طے شدہ نظریات کی طرف

جھکاؤ رکھتی ہے۔ (جس کا الزام پہلے مذہب پر لگایا جاتا تھا۔ ناقل) گویا وہ بھی اس خیال کی حامل ہو رہی ہے کہ کیا کائنات کو سمجھنے کے لئے مذہبی توجیہات کی تو ضرورت نہیں ہے"۔

پروفیسر جوڈ نے یہ نتیجہ اس لئے نکالا کہ خود سائنس دان بھی اس گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہیں اور ان کو اپنے Idealists ہونے کا نہ صرف احساس ہو رہا ہے بلکہ اس کا برملا اعتراف بھی کرتے نظر آرہے ہیں۔ W.N.Sulivan مشہور سائنس دانوں سے انٹرویو کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔ (بحوالہ جوڈ صفحہ ۱۳۶)

" I found that not only Einstine , but also Planks & Schrodinger fully recognised the subjective element in science. Planks in particular ...... regards science as a constructed work of art, expressing certain side of man's nature.

(Observer April 13. 1930. Interviews with eminent Scientists)

(ان انٹرویوز میں) میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نہ صرف آئنسٹائن بلکہ پلانک اور شروڈنگر بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اب سائنسی تحقیقات کرتے وقت سائنس دانوں کے مخصوص خیالات میں ان کے ذہنی تحفظات کا کافی عمل دخل ہوتا ہے۔ خاص طور پر پلانک تو سائنس کو بھی ایک پہلے سے سوچا سمجھا فن پارہ ہی گردانتا ہے جو انسانی فطرت کے صرف ایک حصہ کی عکاسی کرتا ہے"۔

کیوں اس لئے کہ بہت سے سائنسی نظریات بقول پروفیسر جوڈ Idealism کی پیداوار ہوتے ہیں۔ سچ فرمایا خلاق عالم رب العالمین اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں، "ان الظن لا یغنی من الحق شیئا" یعنی ظن حق کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

مشہور ماہر حیاتیات (Idealogy) جوزف نیدھم (Joseph Needham) نے جدید سائنس کی اس کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

"The world as seen by science is not as it really is

"(The special Biology. p.245)

یعنی سائنس دنیا کو (ساری کائنات تو کجا اس چھوٹی سی دنیا کو بھی۔ ناقل) اس طرح سمجھنے سے قاصر رہی ہیں جیسی وہ حقیقت میں ہے۔ اور پھر اس ناکامی کی وجہ سے اس کتاب میں خود بتاتے ہیں:

The concept of revelation is removed from Science (Ibid. p.61)

یعنی سائنس نے فطری مکاشفات سے ناطہ توڑ لیا ہے

اب سائنس دانوں کی زبان پر بھی مذہبی اصطلاحات آرہی ہیں۔ سچ فرمایا اس زمانہ کے مصلح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام نے:

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار

یہ بچاری سائنس کا میدان بھی نہیں کہ اس سے زیادہ کچھ کہہ سکے ہاں فلسفیوں کی طرح جنہوں نے حقیقت مطلقہ کی طرف اشاروں کنایوں میں بات کی جیسے برگسان نے اس کو Stream force of life کہا یعنی زندگی کی طاقت کا سرچشمہ اور پروفیسر وائٹ ہیڈ نے Organic Unity یعنی نشأۃ واحدہ کا نام دیا۔ تو اب سائنس دان بھی اس کو سائنسی زبان کے ایسے پرحکمت اور پرشوکت القابات سے پکارنے لگے۔ مثلاً سر جیمز جین کے خیال میں Universe is a thought in the mind of a mathematical thinker یعنی کائنات ایک ریاضی دان کے دماغ کا خیال ہے۔ (بحوالہ جوڈ صفحہ ۱۴۳)۔ تو سر اے۔ ایس۔ ایڈنگٹن نے اس کو Universal mind stuff یعنی کائنات پر محیط دماغ کا لقب دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل اپنے رسول النبی الامی محمد ﷺ کے مطہر قلب پر یہ حقیقت زیادہ کامل رنگ میں یوں منکشف فرمائی: "خلق کل شئی فقدرہ تقدیرا" (سورہ الفرقان آیت ۳)۔ یعنی اس نے ہر چیز کو صحیح صحیح پیمانہ پر پیدا کیا۔ اور پھر کس تحدی سے فلسفیوں اور سائنس دانوں کو خطاب فرمایا:

" ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت. فارجع البصر هل تریٰ من فطور. ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیك البصر خاسئاً و هو حسیر" (سورہ الملک آیت ۴، ۵)

یعنی تو رحمان خدا کی کائنات میں کوئی رخنہ نہیں دیکھ سکتا۔ اور تو اپنی آنکھ کو اچھی طرح پھیر کر ادھر ادھر دوڑا کر دیکھ لے۔ کیا خدا کی خلق میں کسی جگہ کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ پھر بار بار نظر کو چکر دے وہ آخر کار تھک ہار کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔

اب جبکہ سائنس دانوں کو مادی ذرائع سے مایوس ہو کر مذہبی بصیرت کی بات طوعاً و کرہاً کرنی پڑ رہی ہے جو روحانی تجربات کی متقاضی ہے اور جو ابھی ان کا میدان نہیں تو کیا علم کی اس زبوں حالی میں کائنات کا راز یعنی حقیقت مطلقہ کو پانے کا بھلا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے؟ اور پھر جبکہ وہ اس کا خالق بھی نہیں بلکہ اپنا خالق بھی نہیں۔ ہاں اللہ ہی ہے جو خود دعویٰ کرتا ہے کہ خالق کل کائنات ہوتے ہوئے اور اس کے رازوں کے خالق ہونے کے ناطے میں حقیقت مطلقہ خود اپنی مخلوق پر ان کی روحانی استعداد کے استحقاق کے مطابق یہ راز منکشف کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں فرمایا:

"قل انزله الذی یعلم السر فی السمٰوٰت والارض انه کان غفورا رحیما" (فرقان: ۷)

یعنی کہہ دو وہ جس نے قرآن مجید کو نازل کیا، زمین و آسمان کے راز جانتا ہے، وہ غفور اور رحیم ہے۔ گویا قرآن مجید میں کائنات کے راز جاننے کا گر سکھایا گیا ہے۔ اپنے کو غفور اور رحیم کہہ کر بتا دیا کہ اے فلسفی انسان سائنس کے مادہ اور انرجی کی بھول بھلیاں آخر ہلاکت کا راستہ ہے جو انسان کو مغرور بنا کر نفس پرستی کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل و رحمت سے اس کے بدانجام سے بچا سکتا ہے۔ کیونکہ فرمایا "ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم"

(سورہ یوسف آیت ۵۴)

یعنی نفس امارہ تو بری باتوں کا حکم دیتا ہے سوائے اس کے کہ
یعنی نفس امارہ تو بری باتوں کا حکم دیتا ہے سوائے اس کے کہ
میرا رب رحم فرمائے۔ یقیناً میرا رب غفور اور رحیم ہے۔ لیکن اب جبکہ سائنس بھی اپنی غلطی کی معترف دکھائی دے رہی ہے تو تباہی سے بچا جا سکتا ہے کیونکہ اپنی غلطی کے اعتراف کا وصف بھی خالق حقیقی کا پیدا کردہ ہے۔ فرمایا: " ولا اقسم بالنفس اللوامة " (قیامۃ: ۳) یعنی میں نفس لوامہ کو شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ اس لئے ابھی وقت ہے کہ "قد افلح من زکّٰها و قد خاب من دسّٰها" (سورہ الشمس: ۱۰، ۱۱)۔ یعنی جس نے اپنے نفس کو پاک کیا کامیاب ہوا۔ جس نے اس کو مٹی میں ملایا نامراد ہوا۔ پس مادہ کو پچھاڑ دینے کے بعد اب جو بے چینی عالمگیر ہے اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ " الا بذکر الله تطمئن القلوب" (سورہ الرعد: ۲۹)۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔ اور اس اطمینان کا نقطہ عروج یہ بتایا کہ "یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة . فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (سورہ الفجر آیت ۲۸ تا ۳۱)۔ یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا کہ تو اس کو پسند کرتا ہے اور وہ تجھ کو پسند کرتا ہے۔ میرے خاص عبادت گزار بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں آجا۔

باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

مختصر عالمی خبریں

(مرتبہ ابوالسرور چوہدری)

پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات سنگین صورت اختیار کر گئے۔ پچھلے دس سال کا جائزہ

پولیس کے ریکارڈ کے مطابق فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات کا آغاز ۱۹۸۷ سے ہوا۔ قبل ازیں ایسے واقعات صرف محرم کے دنوں میں ہی ہوتے تھے۔ ریکارڈ کے مطابق فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات اور ان میں زخمی اور ہلاک ہونے والوں کی تعداد کی تفصیل یوں ہے۔

سال	واقعات	زخمی	قتل
۱۹۸۷	۲۵	۱۵۵	۱۱
۱۹۸۸	۱۰	۱۴	۱
۱۹۸۹	۴۷	۱۰۳	۱۰
۱۹۹۰	۲۷۴	۵۲۸	۳۲
۱۹۹۱	۱۸۰	۲۹۳	۴۷
۱۹۹۲	۱۳۵	۲۶۱	۵۸
۱۹۹۳	۹۰	۲۴۷	۳۹
۱۹۹۴	۴۳	۳۲۶	۷۳
۱۹۹۵	۸۸	۸۹	۵۹
۱۹۹۶	۸۰	۱۶۸	۸۶

۱۹۹۷ میں مئی کے پہلے ہفتے کے اختتام تک ۴۲ افراد قتل ہو چکے ہیں۔

منشیات کے عادیوں کی تعداد تین ملین تک پہنچ گئی

پاکستان میں منشیات کا مسئلہ روز بروز گھمبیر ہوتا جا رہا ہے۔ سٹیزن ڈرگ واچ سوسائٹی کی رپورٹ کے مطابق ملک میں تین ملین کے لگ بھگ منشیات کے عادی ہیں جن میں ۱۰۵۲ ملین یعنی کل کا ۵۱ فیصد ہیروئن کا عادی ہے یاد رہے کہ ۱۹۷۹ تک ملک میں ایک شخص بھی ہیروئن کا عادی نہ تھا۔ دوسرے نمبر پر چرس ہے جس کے عادی ۹۲۰۵ فیصد ہیں اور ۷۰۵ فیصد افیم کے عادی ہیں۔ ریسرچ سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ منشیات کے عادیوں کی غالب تعداد یعنی ۷۱ فیصد ۳۵ سال سے کم عمر کے لوگوں کی ہے

تیل سے مالا مال وسطی ایشیا

تیل و گیس کی دولت سے مالا مال وسطی ایشیا دوسرا مشرق وسطیٰ بننے والا ہے ترکمانستان میں ۲۱ ہزار بلین مکعب میٹر گیس کے ذخائر ہیں جو دنیا میں تیسرے نمبر کے ذخائر سمجھے جاتے ہیں۔ پڑوسی ملک ازبکستان میں بھی اتنی ہی مقدار میں گیس پائی جاتی ہے جبکہ قازقستان اور آذربائیجان میں تیل کے بھاری ذخائر ہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق پاکستان، ایران، ترکی اور وسطی ایشیا کے سات ممالک کا ایک اجلاس اقتصادی تعاون تنظیم کے زیر انتظام ہوا جس میں اس بات پر غور کیا گیا کہ علاقہ کے تیل اور گیس کے ذخائر کو کس طرح بروئے کار لایا جائے۔

چکوترے کے جوس کی افادیت

(واشنگٹن) ریسرچ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ کے تعاون سے مشی گن Michigan کے تحقیق کاروں نے Journal of Clinical Investigation میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چکوترے کا جوس عام دواؤں کو جسم میں جذب کرنے میں مدد دیتا ہے۔ ان میں بلڈ پریشر کم کرنے اور ایڈز کے علاج میں استعمال ہونے والی دوائیں بھی شامل ہیں۔ چکوترے کے رس کے معجز نما اثر کا انکشاف ۱۰ سال قبل اتفاقاً ہوا تھا جب معالجین دواؤں کا ذائقہ دبانے کے لئے انہیں چکوترے کے جوس میں ملا کر دیتے تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ چکوترے کا رس چھوٹی آنت میں پائے جانے والے ایک انزائم (Enzyme) کی مقدار کم کر دیتا ہے اور یہ عمل دواؤں کے انجذاب میں مددگار ہوتا ہے۔

Continental Fashions

گروس گیراؤ شہر کے عین وسط میں خواتین کی اپنی دوکان جس پر جدید طرز کے دیدہ زیب ملبوسات، ہر رنگ کے دوپٹے، چوڑیاں، بندیا، پازیب، بچوں کے جدید طرز کے گارمنٹس، فیشن جیولری اور کھلا کپڑا مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔

آپ کی تشریف آوری کے منتظر

Continental Fashions
Walther rathenau Str. 6
64521 Gross Gerau
Germany
Tel: 06152-39832

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 1NG
FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS
NEEDS PHONE:
TEL: 0141-777 8568
FAX: 0141-776 7130

خطبہ جمعہ

خدا کی تقدیر حرکت میں آئی ہے اور آسمان ضرور کچھ نشان دکھائے گا

آج ایک لیکھرام نہیں سینکڑوں، ہزاروں لیکھرام پیدا ہو چکے ہیں

یہ لیکھرام کے قتل کا سال ہے اور لیکھرام کے متعلق خدا تعالیٰ کی چھری چلنے کا سال ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۸؍اپریل ۱۹۹۷ء بمطابق ۱۸؍شہادت ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

آج کا جمعہ جو عید کے دن ہو رہا ہے آج سے سو سال پہلے ایک جمعہ کی یاد دلاتا ہے جو عید ہی کے دن ہوا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیکھرام سے متعلق جو ۱۸۹۳ء میں پیشگوئی فرمائی تھی اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت اس الہامی فقرے میں تھا" ستعرف يوم العيد والعيد اقرب"کہ یہ واقعہ عید کے دن رونما ہوگا جب کہ عید اس کے قریب تر ہوگی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دو عیدیں اکٹھی ہونگی۔ ایک العید جو خاص عید ہوگی، ایک کامل عید اور دوسری عید اسی کے ساتھ جڑی ہوئی' اقرب' بالکل ساتھ ہی ہوگی۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۳ء میں جو پیش گوئی فرمائی کہ آج سے چھ سال نہیں گزریں گے کہ لیکھرام ایک خدا تعالیٰ کے قہری عذاب کا نشانہ بن کر ایک فرشتے کے ہاتھوں ذبح ہوگا یا قتل کیا جائے گا اور یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے منہ سے ایسی آواز نکلے گی جیسے بچھڑے کے منہ سے آواز نکلتی ہے۔ اس کی نشان دہی اتنی واضح فرما دی کہ وہ دن عید کا دن، ایسا دن جو عید کے قریب تر ہے اور ۱۸۹۷ء میں وہ جمعہ آیا جو عید کا دن تھا اور 'العید' بن گیا یعنی ایسا جمعہ اور ایسی عید جو دونوں اپنے اپنے مضمون کے لحاظ سے کامل ہو گئے اور دوسرے دن پھر وہ یوم العید ظہور پذیر ہوا۔ جس کے متعلق فرمایا تھا" ستعرف يوم العيد" جس کے ساتھ 'اقرب' وہ ایک کامل عید کا دن ہوگا اور ہفتے کے روز لیکھرام کے پیٹ میں ایک ایسے نوجوان نے چھری گھونپی اور صرف گھونپی نہیں بلکہ اندر پھرایا جس سے اسکی انتڑیاں کٹ گئیں اور جو کچھ تھا وہ باہر آگیا جس کے متعلق کوئی سمجھ نہیں آسکی اور کچھ پتہ نہ چلا۔ باوجود انتہائی تحقیق کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھا، کہاں سے آیا، کہاں چلا گیا۔ وہ ایک ایسے بازار میں تھا جو آریوں کا بازار تھا وہ تین منزلہ مکان تھا جس کے اوپر کی منزل پر لیکھرام بیٹھا ہوا تھا اور نیچے کی منزل پر اس کی بیوی تھی اور وہ لڑکا جس کو اس نے قتل کیا ہے۔ وہ کچھ عرصہ پہلے اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ بطور گویا کہ آریہ ہو چکا ہو اس طرح اس کے ساتھ رہنے لگا اور جب یہ ہفتے کا روز آیا عید کے بعد تو اس دن اس نے اس کے پیٹ میں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے چھری گھونپی اور پھر پھیری اندر اور اس کے منہ سے بہت زور سے چیخ نکلی۔ اس قدر دردناک آواز تھی کہ اس کی بیوی دوڑ کر سیڑھیوں سے ہوتی ہوئی اوپر چڑھنے لگی جن سیڑھیوں سے ان نے نیچے اترنا تھا اور نیچے سب آریوں کا بازار تھا۔ اس کے واویلے اور شور سے سارے متوجہ ہو گئے اور پرلی طرف اترنے کے لئے کوئی سیڑھیاں نہیں تھیں، کوئی شخص بھی جو پرلی طرف چھلانگ لگاتا وہ یقیناً ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

پس ایسی حالت میں جب بیوی اوپر پہنچی تو دیکھا کہ لیکھرام تڑپ رہا ہے زخموں سے اور اس کی انتڑیاں اور پیٹ کا اندر کا جو کچھ بھی ہے وہ باہر آچکا ہے اور مارنے والے کا کوئی نشان نہیں۔ نیچے بازار میں جب شور ہوا تو لوگوں نے توجہ کی۔ جب پوچھا گیا ان سے تو انہوں نے کہا یہاں سے تو کوئی نیچے اترا ہی نہیں، نہ کوئی پرلی طرف اترا۔ چنانچہ اس کے متعلق کہا گیا کہ پھر اس کو آسمان نگل گیا یا آسمان کھا گیا کیونکہ زمین پر تو اس کا کوئی نشان نہیں۔ نہ اس کے پہلے پس منظر کا کسی کو کبھی کچھ پتہ چل سکا۔ حالانکہ اتنا زبردست شور ڈالا گیا تھا آریوں کی طرف سے اور دوسرے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین کی وجہ سے کہ یہ ناممکن تھا کہ پولیس تفتیش کرتی اور اس کا کچھ بھی نہ پتہ چلتا۔ نہ پہلے کا پتہ چلا نہ بعد کا پتہ چلا۔ کون تھا، کہاں سے آیا، کہاں چلا گیا۔ یہ سارے ایک ایسے راز ہیں جو ہمیشہ راز رہیں گے۔

مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشفی نظارے میں اس فرشتے کو دیکھا تھا جو چھری ہاتھ میں لئے تھا اور لیکھرام کا پوچھ رہا تھا کیونکہ حضرت محمدؐ رسول اللہ کی گستاخی میں اس کو یہ سزا ملنی تھی۔ پس یہ ایک ایسا عظیم الشان نشان ہے ۱۸۹۷ء میں تقریباً ایک سو سال پہلے رونما ہوا۔ اور آج بھی عید ہی کا دن ہے اور آج بھی جمعہ ہے۔ پس آؤ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاں نشانات کی کمی نہیں پھر احمدیت کے حق میں ایسے معجزات دکھائے۔ کیونکہ آج ایک لیکھرام نہیں، سینکڑوں ہزاروں لیکھرام پیدا ہو چکے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے محمدؐ رسول اللہ کے عشق میں جو چیلنج دیا تھا اور اس کے عواقب کو خوب سمجھ کر قبول فرمایا تھا، جانتے تھے کہ تمام دنیا کی توجہ آپ کی طرف بطور قاتل کے ہوگی۔ چنانچہ آپ کے گھر کی تلاشیاں لی گئیں، ہر قسم کی تحقیق کی گئی اور ایک ادنیٰ سا بھی کوئی سراغ ایسا نہ ملا جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قتل کے ساتھ وابستہ کیا جا سکتا۔

پس یہ وہ واقعہ تھا جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے عشق کے نتیجے میں رونما ہوا ہے۔ اب ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کامل غلام کا تقاضا یہ ہے کہ اب تو سینکڑوں ہزاروں لیکھرام ہیں جو دن رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گند بکتے اور گستاخیاں کرتے ہیں اور یہ حسن اتفاق نہیں، مقدر معلوم ہوتا ہے کہ یہی سال مباہلے کا سال بن گیا کیونکہ اس سے پہلے جب مباہلے کا میں نے چیلنج دیا ہے تو میرے وہم و گمان کے کسی گوشے میں بھی نہیں تھا کہ یہ لیکھرام کے قتل کا سال ہے اور لیکھرام کے متعلق خدا تعالیٰ کی چھری کے چلنے کا سال ہے۔ پس یہ ساری باتیں جو اکٹھی ہو گئی ہیں یہ بتا رہی ہیں کہ خدا کی تقدیر حرکت میں آئی ہے اور آسمان ضرور کچھ نشان ظاہر کر دے گا۔

پس آیئے ہم سب دعاؤں میں شامل ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ اس نشان کو جو اس نے ظاہر کرنا ہے ہماری دعاؤں کے ساتھ بھی ملا دے اور اس کا ثواب ہمیں بھی عطا ہو۔

جو متقی ہے اس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے
جڑھ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جس کی یہ جڑھ رہی ہے عمل اس کا سب رہا
مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
ایسا ہی پاؤ گے سخن کردگار میں

خطبہ عید الاضحیہ

آج ہم جو اپنی اولادیں پیش کر رہے ہیں یا اپنی جانیں پیش کر رہے ہیں ان کو اسی نیت اور خلوص کے ساتھ پیش کریں جس نیت اور خلوص کے ساتھ ابراہیمؑ نے دعائیں مانگی تھیں اور اپنی آنے والی نسلوں کو پیش کیا تھا

خطبہ عید الاضحیہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۸/ اپریل ۱۹۹۷ء بمطابق ۱۸/ شہادت ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ (برطانیہ)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

رب هب لى من الصٰلحين. فبشرنٰه بغلٰم حليم. فلما بلغ معه السعى قال يٰبنى انى ارىٰ فى المنام انى اذبحك فانظر ما ذا ترىٰ. قال يابت افعل ما تؤمر ستجدنى ان شاء الله من الصٰبرين. فلما اسلما و تله للجبين. و نادينٰه ان يابراهيم. قد صدقت الرؤيا انا كذالك نجزى المحسنين. ان هٰذا لهو البلٰؤ المبين و فدينٰه بذبح عظيم. و تركنا عليه فى الآخرين. سلٰم على ابراهيم كذالك نجزى المحسنين. انه من عبادنا المؤمنين

(سورہ الصّٰفّٰت آیت ۱۰۱ تا ۱۱۲)

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کی قبولیت کو ظاہر فرما رہی ہیں جس دعا میں آپ نے صالح اولاد کی التجا کی تھی۔ وہ دعا کیسی تھی، کس تضرع کے ساتھ کی گئی تھی، کس خلوص کے ساتھ وہ دعا مانگی گئی اس کا اظہار قبولیت کے ذریعے سے ہمارے سامنے کیا گیا ہے ورنہ بہت ہیں جو 'ربنا هب لنا من الصٰلحين' یا 'رب هب لى من الصٰلحين' کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بھی صالح اولاد عطا فرما مگر ہر ایک کی دعا مختلف رنگ میں سنی جاتی ہے۔

پس سب سے پہلی بات جو قابل توجہ ہے جماعت کے سامنے کھولنی چاہتا ہوں کہ یہ وہ سنت ابراہیم ہے جو مسلسل اس وقت سے چلی آرہی ہے اور قرآن کریم نے اس کو بارہا مختلف رنگ میں صرف ابراہیم کے حوالے سے ہی نہیں بلکہ اور انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے بھی پیش فرمایا لیکن ہر دعا کا نتیجہ الگ الگ نکلا اور دعا ایک ہی تھی کہ اے خدا مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ تو محض الفاظ پر دعا کی قبولیت منحصر نہیں ہوا کرتی بلکہ کس الحاح، کس خلوص، کس بیقراری اور کامل سپردگی کے ساتھ وہ دعا کی جارہی ہے اس پر نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دعا کو کس رنگ میں قبول فرمایا جائے۔ تو الفاظ تو وہی ہیں جو دیگر انبیاء کے حوالے سے بھی ملتے ہیں اور سب مومن بھی یہی دعائیں کرتے ہیں۔ ہمیں صالح اولاد عطا فرما، ہمیں صالح اولاد عطا فرما مگر اس دعا کے بعد پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کا نشان اسی حد تک اسی رنگ میں ظاہر گا جس حد تک اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کے دل پر نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم فرمائے گا کہ کس حد تک خلوص کے ساتھ دعا کی گئی ہے۔ اور خلوص کی دعاؤں کے بعد پھر ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی، پھر مسلسل ان دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ ایک محنت کا دور ہے جس کا ذکر اس قبولیت کے نشان میں ملتا ہے۔ اس حوالے سے آج ہمارے لئے یہ دعا اسی طرح مشعل راہ ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں یا اس سے پہلے یا اس کے بعد تھی مگر ان آیات پر غور کرنے سے ہمیں تربیت کے گہرے اصول بھی معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کب تک ہماری محنت اور تربیت کا دور جاری رہنا چاہئے۔ واقفین نو کے حوالے سے خصوصیت کے ساتھ میں آج کی اس عید کے خطبے میں آپ کو بعض امور ان آیات کی روشنی میں سمجھانا چاہتا ہوں۔

دعا یہ ہے "رب هب لى من الصٰلحين" اے میرے رب مجھے صالحین میں سے عطا فرما

"فبشرناه بغلٰم حليم" ہم نے اسے ایک حلیم بیٹے کی خوش خبری دی۔ لفظ 'حلیم' میں بھی حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا رنگ ظاہر فرما دیا گیا کیونکہ 'حلیم' ایک ایسے بیٹے کو کہتے ہیں جو بہت ہی متوازن مزاج اور حوصلے والا ہو اور بے صبرانہ ہو اور تکلیف دہ باتوں کو بھی بڑے حوصلے اور بردباری کے ساتھ برداشت کرنے والا ہو۔ تو صالحین کا تصور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں تھا اس کا حلم کے ساتھ تعلق تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے ذہن میں جو صالحیت کا معیار تھا اس میں وہ ساری باتیں داخل تھیں جو قبولیت کے نشان کے طور پر ظاہر ہوئیں۔ پہلی ان میں سے یہ ہے حلیم بیٹے کی دعا مانگی ہے آپ نے تبھی حلیم بیٹا عطا کیا گیا اور حلم کا لفظ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ انسان کی نیکیوں میں وقار پیدا کرنے کے لئے اس کی آزمائش کے وقت جس طرح وہ اس آزمائش کے دور سے گزرتا ہے اس میں ایک عظمت پیدا کرنے کے لئے حلم بہت ضروری ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی جو الہام ہوا تھا اس میں تھا "وہ دل کا حلیم ہوگا"۔ اور لفظ دل کا حلیم ہوگا میں ایک یہ بھی مضمون تھا کہ بسا اوقات تم اس کو غصے میں بہت زیادہ تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے بھی دیکھو گے لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دل کا حلیم ہوگا اور ہمیشہ حضرت مصلح موعود کے سارے کردار پر یہ بات چھائی رہی کہ غصے کے اظہار کے وقت جو شدت اختیار کر جایا کرتے تھے بعد میں دل کا حلم سو طریق سے ظاہر ہوتا تھا۔ جس پر اظہار ناراضگی کا تھا اس کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے طرح طرح سے اس کی فکر کرتے تھے تو یہ دل کا حلم ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے لئے سراپا حلم کی خوش خبری کے طور پر آیا صرف دل کے حلیم ہونے کے لحاظ سے نہیں۔

"فبشرناه بغلٰم حليم فلما بلغ معه السعى قال يٰبنى انى ارىٰ فى المنام انى اذبحك فانظر ما ذا ترىٰ" اس حلم کا اول تعلق حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی ذات سے تھا کیونکہ یہ جو مضمون ہے یہ ایک حلیم باپ کے سوا کسی اور کے متعلق بیان کرنا تو درکنار سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ حیرت انگیز مضمون ہے جو اس کے بعد کھلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عمر کو نہیں پہنچے کہ وہ آپ کے ساتھ دوڑنے پھرنے لگے اور کاموں میں ہاتھ بٹانے لگے اس وقت تک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی رؤیا کا ذکر ان سے نہیں فرمایا جو قربانی کی رؤیا تھی اور ارادہ کئے ہی بیٹھے تھے کہ اس رؤیا کو میں پوری کروں گا لیکن پوری اس طرح کروں گا جیسے میرا خدا چاہے گا یا جیسا کہ میرے خدا نے مجھے حلم اور رشد عطا کئے ہیں یعنی بیٹے کی قربانی کا معاملہ ہے، بیٹے سے پوچھے بغیر نہیں لوں گا۔

اب یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم شان ہے جو اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہر لفظ پر جان فدا کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ بیٹا عطا ہوا ہے اور بڑی مرادوں اور منتوں سے مانگا ہوا بیٹا ہے اور رؤیا اس کے متعلق یہ دیکھتے ہیں کہ میں اس پر چھری پھیر رہا ہوں۔ اس چھری پھیرنے کے منظر کو آپ نے کئی طرح سے پورا فرما دیا۔ کیونکہ رؤیا نہ پورا کرنے کا تو آپ کے لئے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر ایک ایسا پہلو تھا جس پر آکر طبیعت کچھ جھجکتی تھی اور وہ آپ کے نور نبوت کی روشنی میں ایسا ہی ہونا چاہئے تھے اور وہ تھا جسمانی قربانی۔

پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس بیٹے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر گھر سے نکلے اور ایک بیابان میں چھوڑنے کے ارادے سے نکلے، وہ بیابان جس کے مرکز میں خدا کا پہلا گھر بنا

ہوا تھا اور جس کے پرانے آثار وہاں ابھی تک باقی تھے مگر کھوج اور ڈھونڈنے سے وہ تلاش کئے جا سکتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رؤیا کا لازماً یہی مطلب سمجھا ہوگا کہ وہ خدا کے حضور پیش کیا جانے والا بیٹا ہے، اس کی خاطر قربان ہونے والا بیٹا ہے اور اتنا انتظار کہ وہ بہت بڑا ہو جائے اور پھر میں اس سے پوچھوں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی روح کے منافی تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا تو یہ حال تھا ہم نے کہا" اسلم قال اسلمت لرب العالمین" وہ تو میرے حکم اور اس کی فرمانبرداری کے اظہار میں ایک ذرہ بھی فاصلہ نہیں پڑنے دیتا تھا۔ ہم نے کہا اے ابراہیم" اسلم" تو ہمارے سپرد ہو جا۔ اس نے کہا" اسلمت لرب العالمین" میں تو سپرد ہوا بیٹھا ہوں میرے آقا، میرے لئے کسی انتظار کا کوئی سوال نہیں، میں ہو چکا سپرد۔ ادھر فرمایا ادھر ہو گیا۔ یہ منظر ہے آپ کی فطرت سلیمہ کا جو قرآن کریم کی آیت پیش کرتی ہے۔

پس اس رؤیا کے عملی اظہار کے لئے، اس پر عمل کرنے کے لئے ممکن نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسوقت تک انتظار کرتے کہ بیٹے کی مرضی شامل ہو جاتی۔ اور نور نبوت سے آپ یہ بات جانتے تھے کہ کسی باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف اپنے بیٹے کو قربان کر دے۔ ہر شخص کا ایک انفرادی حق ہے جو بہر حال قائم ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ جسمانی قربانی سے پہلے آپ نے حضرت اسماعیلؑ کے باشعور ہونے کا انتظار کیا ہے۔ اور چونکہ دل بے قرار تھا قربانی کے لئے اس لئے پہلا اظہار یہ کیا کہ خانہ کعبہ کے پاس اس بیٹے کو چھوڑ دیا جو ابھی ایک ایسے کھنڈر کی صورت میں تھا جو ریت تلے دب چکا تھا۔ اس کے کوئی ظاہری نشان بھی دکھائی نہیں دیتے تھے۔ پس وہاں گئے، ان نشانات کا کھوج لگایا، ان کو معلوم کر کے اس کے قریب اپنی بیوی اور اس کے بچے کو چھوڑ گئے۔ ایک مشکیزہ پانی اور کچھ جو تھے جو پیچھے رہ گئے۔ اور اس قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور حیرت انگیز طور پر اس قربانی کی قبولیت کے آثار ظاہر فرمائے، دور دور سے قافلے وہاں آنے لگے ان کے لئے ہر قسم کے پھل تحفے لائے، وہ ان کے لئے ہر قسم کی نعمتیں اور ہر قسم کی غذائیں مختلف ملکوں سے وہاں لانے لگے۔

مگر وہ پانی کا چشمہ جس کے گرد وہ قافلے اکٹھے ہوئے تھے وہ ابتداءً ایک ظاہری پانی کا چشمہ تھا یعنی زمزم کا کنواں جو بعد میں کنواں بنا، وہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام جس مقام پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے ان ایڑیوں کی رگڑ سے ہی وہ پانی جو پہلے سے دبا ہوا تھا اور اچھلنے کو تیار بیٹھا تھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے عین اس لمحے وہ پھوٹ پڑا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ تو وہ پانی جو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ زندگی کا پانی بن گیا بلکہ بہت سی قوموں کے لئے، بہت سے قافلوں کے لئے زندگی کا پانی بنا وہ ظاہری صورت میں تو ایک مادی پانی تھا مگر آپ کے پاؤں تلے سے نکلا اور اس پانی نے قافلوں کو کھینچا کیونکہ پانی کے ظاہر ہوتے ہی بہت سے پرندے وہاں اردگرد پھرنے لگتے ہیں، بہت سے سبزے کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ وہ ان کی غذا ختم ہو جاتی اس پانی نے پرندوں کو بھی کھینچا ہوگا، ایسے آثار ظاہر ہوئے ہونگے کہ قافلے دور دور سے دیکھ کر پانی کی تلاش میں وہاں پہنچتے ہونگے۔

پس وہی آپ کی ایڑی سے نکلنے والا پانی آپ کی جسمانی غذا اور قوت کا موجب بھی بن گیا اور اسی پانی سے جب وہ روحانی رنگ میں ظاہر ہوا تو عرب کا صحرا ہی نہیں سارا عالم سر سبز و شاداب ہو گیا۔ یعنی وہ پانی جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ تو کس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت کی باتیں ہیں، کیسے لطیف انداز ہیں ایک دعا کی قبولیت کیسے کیسے رنگ دکھاتی ہے دنیاوی فوائد بھی رکھتی ہے۔ مگر اس دعا کرنے والے کے رنگ ہیں، اس کی قربانی کی روح ہے جو دراصل دعا کا رنگ لاتی ہے اور ہمیشہ اس دل کی روح اور جذبے کا قبولیت دعا سے ایک تعلق ہوا کرتا ہے۔ پس " رب ھب لی من الصلحین " دیکھنے میں ایک عام سی دعا ہے۔ اے میرے رب مجھے صالح عطا فرما۔ لیکن صالح، صالح کا فرق ہوا کرتا ہے۔ صالح مانگنے والے کا فرق ہوا کرتا ہے۔ آپ نے کس شان کا صالح مانگا تھا۔ وہ شان ہے جو بعد کے آنے والی آیات جو اس کے معاً بعد آرہی ہیں اس شان کو ظاہر کر رہی ہیں۔

پس اس دوران کہ وہ اپنی اس عمر کو پہنچا کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ دوڑتا پھرتا، کاموں میں حصہ لیتا تھا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تربیت کی طرف توجہ کی ہے اور ایسی عظیم الشان تربیت کی ہے کہ اس کے نتیجے میں ناممکن تھا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ اس قربانی میں شامل نہ ہو جاتا جیسے باپ نے سر تسلیم خم کیا تھا اسی طرح وہ بھی سر تسلیم خم نہ کرتا۔ تو یہ دوسرا پہلو ہے جو اولاد کو نیک چاہنے والوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے ورنہ ان کی ساری دعائیں بیکار جائیں گی اور باطل ٹھہریں گی۔ وہ لوگ جو اپنی اولاد کے لئے "من الصلحین" کی دعائیں تو کرتے ہیں لیکن ہمہ وقت ان کی ایسی تربیت نہیں کرتے جس کے نتیجے میں اولاد کو صالح بننا چاہئے اولاد کے لئے اور چارہ نہ رہے سوائے اس کے کہ وہ صالح بن جائے اور پھر اس سارے عرصے میں دعائیں ساتھ جاری رہنی چاہئیں۔

یہ وہ مضمون ہے جس کو یہ آیات پیش کر رہی ہیں کہ جوانی تک حضرت اسماعیلؑ کی ایسی تربیت فرمائی کہ جب وہ اس عمر کے مقام کو پہنچے جہاں بلوغت کے نتیجے میں انسان اہم فیصلے کر سکتا ہے مگر ابھی کامل بلوغت نہیں تھی۔ "معه السعی" کا مطلب ہے وہ دوڑتے پھرنے والی عمر تھی۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اٹھارہ سال کا ہو گیا۔ دس بارہ سال کا جو عمر کا زمانہ ہے وہی لڑکپن کا زمانہ ہے جو اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، ان الفاظ "معه السعی" سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت آپ نے حضرت اسماعیل کو الگ کر کے ان سے ایک بات پوچھی، پہلے انہیں ایک بات بتائی اور وہ بات یہ تھی "یٰبنی انی اریٰ فی المنام" اے میرے بیٹے میں ایک خواب دیکھتا ہوں یعنی مسلسل یہ خواب مجھے دکھائی جا رہی ہے۔ ایک لمبے عرصے سے یہ خواب دیکھتا چلا جا رہا ہوں۔ "انی اذبحك" میں تجھے ذبح کر رہا ہوں "فَا نظر مَا ذا تری" ایک عجیب بیان ہے، بہت ہی دلکش اور خوبصورت، میرے بیٹے غور کر کہ تیری کیا رائے ہے اس بارے میں "قال یٰاَ بَتِ افعَل مَا تُومَر" میری رائے؟ میری رائے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں جو اللہ کا حکم ہے۔ "افعل ما تومر" مجھ پر جو گزرے گزر جائے اے میرے باپ تو یقیناً مجھے اللہ کے فضل کے ساتھ، اگر وہ چاہے گا تو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ اب یہ جو قبولیت دعا کا عظیم الشان اظہار ہے یہ تاریخ عالم میں اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ ایسا بیٹا جس کو قربان کرنے کا حکم بارہا دیا جا رہا ہے اور عملاً قربان کر بیٹھے ہیں۔ بے آب و گیاہ وادی میں اس کو پھینک آئے ہیں۔ اس بیٹے کو عملاً جسمانی طور پر ذبح کرنے کے انتظار میں وہ وقت کاٹا ہے لیکن اس کی مرضی کو شامل کئے بغیر یہ اس بات پر دل آمادہ نہیں ہوتا اور بیٹے کی تربیت مسلسل ایسے رنگ میں کی گئی ہے کہ جب وہ قربانی کا وقت آتا ہے تو کہتا ہے اے میرے باپ تو کر گزر جو تجھے حکم دیا گیا ہے "ستجدنی انشاء الله من الصابرین" اور مجھے تو تو ضرور اللہ کے فضل کے ساتھ اگر وہ چاہے گا تو صابرین ہی میں سے پائے گا۔

"فلما اسلما و تله للجبین" پس وہ جب دونوں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر بیٹھے۔ پہلے تو 'اسلم' کے منظر میں حضرت ابراہیم اکیلے ہی مخاطب تھے اب وہ دو ہو گئے ہیں جو خدا کی رضامندی میں اپنے آپ کو، اپنی روح کو کلیۃً خدا کے قدموں پہ ڈال دیتے ہیں۔ " فلما اسلما و تله للجبین" جب وہ دونوں رضامند ہو گئے اور آپ نے اسے پیشانی کے بل گرا دیا۔ یعنی پیشانی کے رخ زمین پہ ڈال دیا تاکہ وہ دیکھ نہ سکیں، اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے قربانی کرنا یہ حضرت ابراہیم جیسے نہایت نرم دل " اَوّاہ منیب" انسان کے لئے تو بہت ہی مشکل کام تھا۔ اور یہ قربانی وہ انسان کر رہا ہے جس کا دل بے انتہا نرم تھا۔ قرآن نے گواہی دی ہے کہ یہ ابراہیم کوئی سخت دل انسان نہیں تھا۔ اس کا تو بات بات پر دل پگھل جایا کرتا تھا۔ اس قوم کے لئے بھی اس کا دل پگھل گیا جو حضرت لوط کی قوم تھی جس کی طرف عذاب کے فرشتے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو محاورہ استعمال فرمایا ہے وہ عجیب ہے "ہم سے ان کے بارے میں جھگڑنے لگا" ابراہیم ج کامل تسلیم و رضا کا مرقع تھے ایسے کہ دنیا کی آنکھ، آسمان کی آنکھ نے کبھی اس سے پہلے ایسا نہیں دیکھا تھا جہاں کسی قوم کی ہلاکت کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ پیار کے اظہار کے طور پر کہتا ہے وہی ابراہیم جو "اَوّاہ منیب" تھا۔ جو حلیم تھا، جو ہر وقت میرے سامنے جھکا رہتا تھا ان لوگوں کے لئے مجھ سے جھگڑنے لگا اور دلیلیں دینے لگا کہ اے خدا کیوں ان کو بچا لے، کیوں ان سے درگزر فرما۔ یہ جو ابراہیم ہے، یہ ہے کامل ابراہیم کا نقشہ جو حیرت انگیز ہے اس موقع پر، " اَوّاہ منیب" کے لئے کتنا مشکل کام ہوگا اپنے بیٹے کو ذبح کرنا۔ اس لئے اوندھے منہ ان کو لٹایا پیشانی کے بل "فلما اسلما و تله للجبین نادینٰه ان یّا ابراھیم" ہم نے پھر ابراہیم کو یہ آواز دی کہ اے ابراہیم" قد صدقت الرؤیا" تو نے اپنی رؤیا پوری کر دی۔ "انا كذالك نجزی المحسنین" ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اب اس میں اایک اہم بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ شدید ترین قربانی کے باوجود جہاں تک دل کی نرمی کا تعلق ہے وہ اسی طرح قائم رہنی چاہئے اور قائم رہتی ہے اور جتنا زیادہ دل نرم ہو اتنا ہی قربانی اور زیادہ عظیم ہوتی چلی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو ایک ایسے رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے جس کی طرف عام توجہ نہیں جاتی۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ قربانی کا جانور جہاں تک روایات ہیں وہ ایک جھاڑی میں پھنسا ہوا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کشفی رنگ میں بھی بیان فرما دیا ہے یعنی جتنے امکانی پہلو تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان پر غور کر کے ان کو قبول فرماتے اور ہماری ہدایت کے لئے ان کو کھول کھول کر بیان فرمایا کرتے تھے۔

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-478 6464 081 553 3611

ایک نقشہ آپ نے یہ کھینچا ہے کہ ابراہیم نے عملاً اس وقت جس پر چھری پھیری ہے وہ ان کا اپنا بیٹا ہی تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس وقت آنکھیں بند ہوئی ہیں اور ایک کشفی حالت میں ایک ربودیت کی حالت پیدا ہو گئی اور پھر کچھ نظر نہیں آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اس عرصہ میں وہ جانور وہاں جھاڑی میں پکڑا گیا، اس عرصے میں آپ اٹھے ہیں، اس جانور کر پکڑ کر لاتے ہیں، بیٹے کو چھوڑتے ہیں۔ اس کی گردن پر چھری پھیرتے ہیں گویا سارا منظر آپ کے شعور سے غائب ہو گیا اور جب چھری پھیری ہے تب اللہ تعالیٰ نے آواز دی ہے " صدقت الرؤیا" تو نے رویا پوری کر دی تو دیکھا کہ وہ جانور تھا نہ کہ اسماعیل تھے۔ ایک یہ بھی اس کی قبولیت کا امکانی رنگ تھا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لطیف رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ پس جو بھی صورت تھی جب وہ قربانی کی چھری چلانے لگے یا جب کشفی حالت میں کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور قربانی کی چھری چلا دی۔ دونوں صورتوں میں خدا نے یہ آواز دی "قد صدقت الرؤیا" تو نے اپنی رؤیا پوری فرما دی۔ یہاں تک تو مضمون بالکل واضح اور کھلا کھلا ہے اور کسی غیر معمولی تدبر کی ضرورت نہیں پڑتی کہ اس مضمون کو انسان سمجھ جائے۔ ایک دردناک واقعہ ہے جو دردناک واقعات میں سے ایک ایسا استثنائی عظیم رنگ رکھتا ہے کہ اس کی مثال دنیا کے بیان کردہ واقعات میں کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ لیکن اس میں جو بات آخر پر بیان فرمائی گئی ہے وہ تعجب کی بات ہے۔ وہ یہ ہے " انا کذالك نجزی المحسنین" تو نے جو رؤیا پوری کر دی یہ جزاء ہے تیرے محسن ہونے کی یعنی ہم ان بندوں کو جو محسن ہیں قربانیوں کی جو رؤیا دکھاتے ہیں یا قربانیوں کی طرف جب بلاتے ہیں تو ان کی جزاء یہ ہوتی ہے کہ پورا کرنے کی توفیق بخشا کرتے ہیں۔

یہ ایک ایسا مضمون ہے جو حیرت انگیز لطافت بھی رکھتا ہے اور عظمت بھی رکھتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ احسان کی جزاء صرف نعمتیں اور مختلف قسم کے فضلوں کا نازل ہونا ہے۔ **جو اعلیٰ درجے کے محسن ہیں ان کی جزاء بھی قربانیاں ہی ہوا کرتی ہے۔ جتنا بڑا محسن ہو گا اتنی ہی بڑی اس کی جزاء ہو گی اور سب سے بڑی جزاء قربانی کی توفیق عطا فرمانا ہے۔**

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی دعا اپنے لئے مانگا کرتے تھے "ربنا ارنا مناسکنا" کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی قربان گاہیں بھی دکھا اور قربانیاں جس طرح تیرے حضور پیش کرنی ہیں وہ طریق بھی سکھا۔ تو فرمایا" کذالك نجزی المحسنین" اے خدا کی راہ میں اپنے آپ کو پیش کرنے والو یاد رکھو کہ جو منتیں باندھو گے جن قربانیوں کے ارادے کرو گے ان کی توفیق اگر محسن ہو گے تو تمہیں ملے گی ورنہ تمہیں انہیں پورا کرنے کی توفیق بھی نہیں ملے گی۔

پس مسلسل محسن بننا یعنی اللہ تعالیٰ سے ایسا معاملہ رکھنا جیسے آپ خدا کو دیکھ رہے ہوں اور خدا آپ کو دیکھ رہا ہو اور اس حالت میں زندگی بسر کرنا کہ مسلسل دل سے یہ آواز اٹھے "سبحان من یرانی، سبحان من یرانی" پاک ہے وہ جو مجھے دیکھ رہا ہے، پاک ہے وہ جو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس وقت پھر قربانیاں کرنے کی توفیق یہ جزاء ہے نہ کہ نیک عمل، نیک عمل کی جزاء قربانیاں ادا کرنے کی توفیق ہے۔ یہ عظیم الشان مضمون ہے جس سے آگے پھر جزاء پھوٹتی ہے جو لامتناہی ہے۔ وہ جزاء جو اس سے پیدا ہوتی ہے اس کا کوئی کنارہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ہمیشہ جاری رہنے والی ایک جزاء ہے جس کا ذکر قرآن کریم مختلف جگہوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے فرماتا ہے۔

"قد صدقت الرؤیا" تو تو رؤیا پوری کر چکا اور کئی کئی رنگ میں پوری کر چکا" انا کذالك نجزی المحسنین" اس طرح رؤیا پوری کرنے کی توفیق عطا کرتے ہوئے ہم محسنین کو جزاء دیا کرتے ہیں۔ اس لئے یہ جزاء ہے کہ اس مصیبت میں پڑنا اور با سلامت نکل آنا یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کا غیر معمولی فضل نہ ہو ایسی عظیم منتیں مانگ کر ان کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ " ان هذا لهو البلؤ المبین" یہ جو توفیق بخشی گئی ہے یہ تو بہت بڑی بلاء تھی، بہت بڑی آزمائش تھی اور ایسی آزمائش جو کھلی کھلی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھانک رہی تھی یعنی بلاء کو "عظیم" نہیں بلکہ " مبین" فرمایا گیا ہے۔ ابراہیم کو جس آزمائش کے دور سے خدا نے گزارا وہ اتنی کھلی کھلی آزمائش تھی کہ اس میں کوئی شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے لٹا کر ذبح کرنے کی آزمائش یہ کوئی مخفی رنگ تو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ جو مخفی رنگ رکھنے والی آزمائشیں تھیں وہ پہلے پوری کی جا چکی تھیں۔ اس وقت اس بات پر رضامند ہونا فرمایا یہ جزاء ہے جو ہم نے ابراہیم کو دی" ان هذا لهو البلؤ المبین" یقیناً بلاء مبین تو یہی ہوا کرتی ہے، کھلی کھلی آزمائش اس کو کہا کرتے ہیں، یہ ہوتی ہے۔

" وفدیناه بذبح عظیم" اور ہم نے اس کو یعنی اسماعیل کو ایک بڑی قربانی کے ذریعہ فدیہ دے کر بچا لیا۔ اس سلسلے میں پہلے بھی میں بارہا ذکر کر چکا ہوں کہ یہاں وہ بکرا یا مینڈھا جو جھاڑی میں پھنسا ہوا تھا وہ ذبح عظیم نہیں تھا۔ حضرت اسماعیل کے مقابل پر اس کی حیثیت کیا تھی کہ وہ "ذبح عظیم" کہلائے۔ پس یہاں " فدیناه بذبح عظیم" سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ وہ بکرا بڑا عظیم تھا جس کے ذریعے ہم نے اسماعیل کو بچایا۔ مراد ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کا دور بڑا عظیم ہے جس میں ایک نہیں سینکڑوں ہزاروں بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی قیامت تک لاکھوں کروڑوں انسان اسماعیل کی طرح اپنی گردنیں پیش کریں گے اور ان کی گردنیں قبول کی جائیں گی۔ ان کا خون زمین میں بہایا جائے گا۔ یہ وہ ذبح عظیم ہے جس کی طرف یہ آیت اشارہ فرما رہی ہے اور جزاء، محسنین کی جزاء یہ بنی ہے کہ ایک بیٹے کی قربانی پر حضرت ابراہیم آمادہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے قربانیوں کا ایک سلسلہ جاری فرما دیا، تا قیامت نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری فرما دیا۔

" و ترکنا علیه فی الآخرین سلم علیٰ ابراهیم" یہ جزاء ہے جو مکمل ہوئی ہے۔ قیامت تک جب تک لوگ خدا کے حضور اپنی پیاری چیزیں، اپنی جان سے زیادہ عزیز زندگیاں اور وجود اور اپنے تعلق رکھنے والے قربان کرتے چلے جائیں گے اس وقت تک ابراہیم کو سلام پہنچتا رہے گا۔ حیرت انگیز بات ہے ایک واقعہ قربانی کا اور وہ بھی ایسا کہ آزمائش میں ڈال کر پھر اس آزمائش کے انتہائی دکھ سے بھی بچا لیا گیا۔ اس کا اتنا بڑا بدلہ؟ یہ اتنا بڑا بدلہ اس دعا کی گہرائی سے تعلق رکھتا ہے ورنہ کتنے ہیں جو صالحین کی دعا کرتے ہیں ان کو ایسا بدلہ ملتا ہے۔ **پس پھر میں آپ کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ جو اولاد آپ نے خدا کے حضور پیش کی ہے یا آئندہ کریں گے یہ دعائیں اگر پہلے نہیں تھیں تو اب کرتے رہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اس قربانی کو اسماعیل کی قربانی کا رنگ عطا فرما۔ یہ ایسی قربانیاں ہوں کہ قیامت تک ان سے آگے پھر قربانیاں پھوٹتی رہیں اور ایک عظیم قربانی کا رنگ عطا فرما۔ یہ ایسی قربانیاں ہوں کہ قیامت تک ان سے آگے پھر قربانیاں پھوٹتی رہیں اور ایک عظیم قوم پیدا ہو جو ان قربانیوں کی یاد کو عملاً اپنی جانیں تیرے حضور پیش کر کے زندہ رکھتی رہے۔**

اور ہر ایسی قربانی کے منظر کے وقت لاکھوں کروڑوں دلوں سے یہ آواز اٹھے "سلام علیٰ ابراهیم"، سلامتی ہو ابراہیم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

پس "سلام علیٰ ابراهیم" کی آواز جو آئندہ نسلوں سے اٹھتی ہے اس نے محسنین کا یہ معنی بھی ہمیں دکھا دیا کہ ابراہیم بہت بڑا محسن تھا اس کی نسل سے وہ عظیم نبی برپا ہونا تھا جس کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا ہے۔ وہ عظیم نبی برپا ہونا تھا جس نے قربانیوں کے لامتناہی سلسلے قیامت تک جاری کر دینے تھے۔ پس اتنا بڑا محسن انسانیت کا یعنی براہ راست نہ سہی اللہ کے حوالے سے سہی مگر اس کے دل کی آرزوؤں کو آسمان نے قبول کیا اور آسمان سے وہ رحمت برسائی جس کا نام رحمۃ للعالمین ہے۔ یہ بھی تو ابراہیم کے احسانات میں سے ایک ہے جو انسانیت پر کئے گئے، آئندہ آنے والی نسلوں پر کئے گئے۔ پس فرمایا جو محسن ہو، اس شان کا محسن ہو اس کی آزمائش بھی بہت بڑی ہونی تھی۔ اور اس آزمائش پر اسے پورا اترنے کی توفیق بھی ہم نے عطا کرنی تھی اور جب وہ آزمائش پر پورا اتر جاتا تو مقدر تھا کہ آئندہ اس کی آنے والی دور کی نسلوں میں بھی وہ قربانی جاری رہے اسی جذبے کے ساتھ جاری رہے اور ہر قربانی کے دل سے یہ آواز اٹھے "سلام علیٰ ابراهیم" اے ابراہیم تجھ پر سلام ہو، بڑا عظیم الشان وجود تھا۔

آج جبکہ حج کے موقع پر لکھو کھہا انسان تمام دنیا سے اکٹھے ہوتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ پر درود

SATELLITE WAREHOUSE

CNN

Muslim TV AHMADIYYA

Watch Huzur everyday on Intelsat

We deal with systems available for all satellites in the world

Receivers, Decoders, Dishes, Smart Cards, Installations and Much, Much More

Mail Order and International Export Service Available

We accept credit cards

Call for competitive prices

Contact us for details at:

SKY

S. M. SATELITE LIMITED

Unit 1A- Bridge Road, Camberley

Surrey HU 15 2QR ENGLAND

Tel: (01276) 20916 Fax: (01276) 678740

ZEE TV

بھیجتے ہوئے ابراہیم پر بھی سلام بھیجتے ہیں۔ پس دیکھو خدا تعالیٰ کتنا ذرہ نواز ہے۔ حیرت کی بات ہے کبھی کسی عمل کو اس جزاء سے اتنا بعد نہیں ہوگا جتنا اس چھوٹے سے عمل کو اس جزاء سے ہے جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جزاء کے طور پر آپ کو عطا کی گئی۔ پس ایک بچے کو قربان کر دینا یہ عملاً اس سے پہلے ہوتا رہا ہے۔ بہت سے بچے ایسے بھی تھے، بہت سی بیٹیاں ایسی بھی تھیں جن کو ماں باپ نے خود بتوں کی بھینٹ چڑھا دیا، فرضی دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیا لیکن اس کی جزاء نہیں، اس کی سزا ان کو جہنم کے وعدے کے طور پر دی گئی۔ جہاں ایک خدا کا محسن بندہ ہے جو قربانی پیش کرتا ہے عملاً اسوقت اس سے وہ قربانی نہیں لی جاتی مگر اس رنگ میں وہ قربانی پوری کر دی جاتی ہے کہ اللہ فرماتا ہے تو پوری کر چکا، تیری طرف سے یہ قربانی قبول ہو گئی۔ لیکن آئندہ اس کے نام کو اتنا بلند کرنا، اتنا روشن کرنا کہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ آسمان کو دیکھ اور بتا کہ کیا یہ ستارے گن سکتا ہے۔ ابراہیم نے جواب دیا نہیں۔ صحراء کی ریت کو دیکھ کیا تو ریت کے ذرے گن سکتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا میں تیری نسل، ذریت میں اتنی برکت دوں گا آسمان کے ستاروں کی طرح وہ شمار نہیں ہو گی۔ ریت کے ذروں کی طرح اس کا شمار ممکن نہیں ہو گا۔

پس اللہ تعالیٰ کا احسان ان قربانیوں کے مقابل پر جو پیش کی جاتی ہیں اتنا زیادہ اور اتنا وسیع اور اتنا عظیم اور بلند مرتبہ ہو جاتا ہے اور پھر ہمیشہ جاری رہنے والی وہ جزاء ہے جس پر کوئی کنارہ ختم ہونے کا نہیں آیا کرتا۔ اس سے بڑھ کر قربانیوں کی اور کیا مثال پیش کی جاسکتی ہے جس کے نتیجے میں دل ہر قربانی کے لئے تیار ہوں اور اچھلیں اور اپنا ذرہ ذرہ اس راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس سے بڑھ کر شاندار مثال آپ کو کہیں اور دکھائی نہیں دے گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان بھی اسی طریق پر فرمایا اور یہ سارا ذکر کرنے کے بعد فرمایا "سلام علیٰ ابراھیم"۔

"کذالك نجزی المحسنین" تم پہلے "کذالك نجزی المحسنین" سے ڈر نہ جانا یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ مصیبت ہی میں مبتلا کر کے احسان کی جزاء دیا کرتا ہے۔ مصیبتوں میں مبتلا کرنا احسان کی جزاء اس لئے بنتا ہے کہ جب وہ انسان اس امتحان میں پورا اترے پھر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جزاء کا سلسلہ ہو اس کی انتہاء ہی کوئی نہیں رہتی۔ فرمایا اس طرح ہم نے ابراہیم کو پہلے قربانی کی توفیق بخشی، پھر اس قربانی کو قبول کرتے ہوئے لا متناہی جزاء کا سلسلہ جاری فرما دیا، "کذالك نجزی المحسنین. انه من عبادنا المؤمنین" یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

اس مضمون کو سمجھنے کے بعد جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہمیں اپنی زندگیوں میں اسے جاری کرنے کی پر خلوص کوشش کرنی ہے اور توفیق وہی ملے گی جس کی ہمارے دلوں کو اور نیتوں کو توفیق ملتی ہے۔ ہماری دعائیں اس دل کی گہرائی سے اٹھنے والے مقام سے تعلق رکھتی ہیں جس مقام سے وہ دعائیں اٹھ رہی ہیں اور وہ دعائیں بسا اوقات ہونٹوں سے بھی اٹھا کرتی ہیں اور گلے تک بھی نہیں اترا کرتیں۔ بعض دفعہ گلے سے نیچے دل تک پہنچ جاتی ہیں مگر دل کی سطح پر رہتی ہیں بعض دفعہ اور گہرا دل میں ڈوب جاتی ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا دل کی اس گہرائی سے اٹھی ہے جس سے پرے کسی گہرائی کا کوئی تصور ممکن نہیں ہے اور جتنا یہ دعا جھکی تھی خدا کے حضور اتنا ہی اس کو رفعت عطا کی گئی، جتنا اس میں حوصلہ تھا، جتنا اس دعا میں حلم تھا، جتنا اس میں وسعت تھی اسی نسبت سے یہ دعا قبول فرمائی گئی۔

تو سب سے پہلے تو اپنی دعاؤں کی اصلاح کریں اور اپنی دعاؤں میں وہ گہرائی پیدا کریں ورنہ ہونٹوں سے اٹھنے والی دعائیں ہونٹوں سے ہی قبول ہونگی اور اس سے زیادہ ان کا کوئی نیک اثر آپ نہیں دیکھیں گے۔

پس دعاؤں کو صالح کرنا اور ان کے اندر گہرائی اور خلوص پیدا کرنا، تسلیم و رضا پیدا کرنا یہ سب سے اہم نکتہ ہے جس کو سمجھے بغیر ہم قبولیت دعا کے راز سمجھ ہی نہیں سکتے۔ پھر مسلسل ان دعاؤں کی نیک اعمال سے پیروی کرنا اور اپنی اولادوں کی نگرانی کرتے چلے جانا تاکہ خدا تعالیٰ کے حضور یہ اسی طرح نشوونما پاکر بڑے ہوں جیسا ہم چاہتے ہیں کہ یہ ہوں اور اسی طرح وہ قبول کئے جائیں۔ جہاں تک انسان کے بس کی بات ہے اس سے زیادہ نہیں پھر آگے جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے پھر انسانی تصور سے بہت بڑھ کر اتنا کہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا، اتنا جزاء کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور پھر وہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

پس خدا کے حضور ہم جو اپنی اولادیں اور بچے پیش کر رہے ہیں یا اپنی جانیں پیش کر رہے ہیں ان کو اسی نیت اور اسی خلوص کے ساتھ پیش کریں جس نیت اور خلوص کے ساتھ ابراہیمؑ نے دعائیں مانگی تھیں اور اپنی آنے والی نسلوں کو پیش کیا تھا۔ انہی رستوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا معراج بن کر اٹھے ہیں اور اتنی بلندی تک، اتنی رفعتوں تک جا پہنچے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کس شان کا نبی ہے جو مجھے عطا کیا جائے گا۔ یہ رفعتیں جو آنحضرت ﷺ کو نصیب ہوئی ہیں یہ واقعۃً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن کی پہنچ سے باہر تھیں۔ اور اسی مضمون کو میں پہلے دوسرے وقتوں میں کھول چکا ہوں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جو مانگا تھا بہت بڑا مانگا تھا لیکن جو عطا کیا گیا ہے اس سے بہت بڑا عطا کیا گیا ہے جو مانگا گیا تھا۔ یہ بھی ایک محسنین کی جزاء کا رنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت رکھتی ہے اور اسی رنگ سے پھر محسنین کو جزاء دی جاتی ہے۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے آپ کو یہ سمجھایا گیا۔ پس "کذالك نجزی المحسنین" میں یہ بھی ایک بہت عظیم بات ہے کہ یہ سلام کسی کس و ناکس کے حوالے سے نہیں پہنچ رہا محمدؐ رسول اللہ کے نام کے ساتھ تجھے سلام پہنچے اور یہی وہ سلام ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اب تمام دنیا کی مذہبی عبادتوں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں وہ ساری قومیں جو ابراہیم کو مانتی ہیں اور بڑی عظمت دیتی ہیں ان کی کسی مذہبی عبادت میں ابراہیم پر سلام بھیجنا داخل نہیں ہے۔ جب تک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے اس وقت تک اس تمام عرصے میں جو حضرت ابراہیم کی بعثت کے بعد گزرا، رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک گزرا کہیں آپ کو ابراہیم پر سلام بھیجنے کا کوئی ذکر نہیں ملے گا اور جس سلام کا وعدہ دیا گیا ہے اس کی رفعت اور اس کی عظمت کو بھی بیان فرمایا گیا ہے، فرمایا ایسا سلام جو محمدؐ رسول اللہ کے حوالے سے دیا گیا ہو۔

آج جب بھی آپ درود پڑھتے ہیں اور کل جب بھی مسلمان درود پڑھیں گے اور ہمیشہ پڑھتے چلے جائیں گے جب سے درود شروع ہوا ہے ابراہیم کے نام کا سلام ہمیشہ سے اس درود میں شامل فرما دیا گیا اور اس نام کا سلام آج بھی پہنچ رہا ہے اور کل بھی پہنچے گا اور وقت گزرنے کے ساتھ ان دونوں کا شمار ممکن نہیں رہے گا جو یہ سلام ابراہیم کو بھیج رہے ہیں۔ پس فرمایا "سلام علیٰ ابراھیم" ابراہیم پر سلام ہو مگر کیسا سلام "کذالك نجزی المحسنین" اب دیکھو ہم کتنی رحمت کرنے والے ہیں۔ انسان کی قربانیوں کو خواہ بظاہر چھوٹی ہوں ان کے دل کے پیمانوں سے ناپتے ہیں اور دل میں جتنی بھی عظمت ہو اور دل جتنا بھی خدا کے حضور جھکا ہوا ہو اسی نسبت سے ہم ناپ ناپ کر ان کے بدلے دیتے ہیں اور پھر ان کو بڑھا دیتے ہیں اور اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ دل کے تصور میں بھی وہ بات نہیں آسکتی۔

یہ سلوک ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کرتا ہے اب یہ ہمارے سامنے ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ اس کی توفیق کہ کس حد تک اپنی دعاؤں کو پاک اور صاف کریں، کس حد تک اپنی اولاد کو ان دعاؤں کے مطابق ڈھالنے کی توفیق پائیں یہ توفیق بھی اللہ ہی سے ملے گی اور صرف دعائیں ہی نہ کریں اپنی دعاؤں کے صالح اور دعاؤں کے پاک ہونے کے لئے بھی دعا کیا کریں۔ "ایاك نعبد و ایاك نستعین" میں یہ مضمون بھی داخل کر لیں کہ اے خدا تیری عبادت کرنا چاہتے ہیں مگر عبادت کے رنگ بھی تجھ سے ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں" ایاك نستعین" تیری مدد کے بغیر ہم کوئی عبادت نہیں کر سکتے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ اس انکسار کے مقام تک خدا ہمیں پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے گا جس کے نتیجے میں وہ خود ہی ہمیں سمجھائے گا کہ دعا کیسے کرنی ہے اور کیا کرنی ہے۔ خود ہی ان دعاؤں کے نتیجے میں قربانیوں کی توفیق بخشے گا، خود ہی ان قربانیوں کو قبول فرمائے گا اور ان کی جزاء اتنی عظیم ہو گی کہ ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ ہم اس دنیا سے گزر جائیں گے مگر ہماری قربانیوں کا پھل آنے والی نسلیں ہمیشہ کے لئے کھاتی چلی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رنگ میں خدا کے حضور اپنی جان، اپنے مال، اپنے وقت، اپنی عزت اور اپنی اولادوں کو قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آیئے اب آخری دعا میں شامل ہوں گے۔ آج کے بقیہ پروگراموں سے متعلق میں ایک وضاحت باقی خطبہ عید الاضحیہ صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

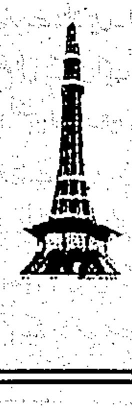
Earlsfield Properties
Landlords & Landladies
Guaranteed rent
Your properties are urgently required.
Tel : 0181-265-6000

چند باتیں، چند یادیں

(شمس النساء قریشی (اہلیہ مکرم محمد اسلم قریشی شہید، مبلغ سلسلہ) حال مقیم کینیڈا)

میری والدہ محترمہ شریفہ بیگم صاحبہ ابھی میں تین سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئیں۔ پارٹیشن کی وجہ سے ہمارا سارا خاندان ہی مشکلات سے گزر رہا تھا۔ محترم اباجان ابھی تک کہیں بھی صحیح طور پر پاؤں نہ جما سکے تھے۔ اوپر سے بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں۔ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور ہماری جماعت کو اپنا مرکز ربوہ عطا فرمایا۔ چنانچہ پیارے اباجان ہم تین بہن بھائیوں اور تایا جان مرحوم کے خاندان کے ساتھ ربوہ میں آباد ہو گئے۔ ہماری تائی جان نے بہت پیار محبت کے ساتھ ہمیں پالا۔ اور ہمارے اباجان نے سب بچوں کے ساتھ انتہائی پیار و محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھا۔ غالباً ۱۹۵۱ء میں اباجان نے دوسری شادی کر لی اور ہم علیحدہ علیحدہ گھروں میں رہنے لگے۔ ہماری امی جان اللہ کے فضل سے بہت نیک خاتون ہیں۔ شادی کے وقت ان کی عمر غالباً ۱۸ سال تھی لیکن ہمارا اچھے طریقہ سے خیال رکھتیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد سے نوازنا شروع کیا اور ماشاء اللہ ہمارے پانچ بہن بھائی دوسری امی سے ہیں۔

اتنے بچوں میں ظاہر ہے کہ ہر ایک کو علیحدہ توجہ نہیں مل سکتی۔ اور پھر میں تو بڑی بھی تھی۔ صرف بھائی جان مجھ سے بڑے ہیں۔ اس لئے مجھے ہی کچھ نہ کچھ توجہ اپنے بہن بھائیوں کو دینا ہوتی تھی۔ اپنے کاموں اور اپنی سوچ میں میں بالکل آزاد تھی۔ کچھ پڑھنے کا بھی شوق تھا اس لئے جب کسی طرف سے بھی کمی محسوس ہوتی تو کتابوں میں وقت لگاتی۔ یوں آہستہ آہستہ کتابیں ہی میری سب سے اچھی دوست بن گئیں اور اپنے قریبیوں کے ساتھ میں زیادہ گھل مل نہ سکی۔ میری اپنی ایک علیحدہ دنیا تھی، کتابوں کی دنیا۔

جب میری شادی کا وقت آیا تو میں بالکل بھی ذہنی لحاظ سے تیار نہ تھی۔ صرف اباجان کے کہنے پر تیار ہو گئی۔ اور وہ بھی صرف اس لئے کہ اسلام کا حکم ہے کہ باپ کا کہنا مانا جائے۔ ہم دونوں کی طبیعتیں کافی مختلف تھیں۔ مجھے اپنے گھر میں کم توجہ مل سکی اور انہیں اپنے بہن بھائیوں میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے زیادہ توجہ ملتی رہی۔ لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے بہن بھائیوں اور والدین کی عزت کرتے تھے۔ ان کے گھر کے افراد مجھ سے پیار کا سلوک رکھتے اور میرے گھر والے ان سے پیار کا سلوک رکھتے تھے۔

سب سے بڑی وجہ حسن سلوک اور عزت کی یہ تھی کہ ہم دونوں کو اسلام اور احمدیت سے بہت پیار تھا۔ یہ ہمارے درمیان ایک مشترک پسند تھی۔ ان کی نیک اور صاف فطرت اور دین سے بے انتہا پیار کی میرے دل میں بہت قدر تھی اور میری ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ دین کے کاموں میں جہاں تک ممکن ہو سکے ان کا ہاتھ بٹاؤں۔ جہاں پر ممکن نہ ہو وہاں پر روک نہ بنوں۔ انہوں نے اپنی زندگی وقف کی ہے تو باقاعدہ "زندگی" وقف کی ہوئی تھی۔ اور کسی قسم کے کام یا باتوں میں ان کا دل نہیں لگتا تھا۔ ساری عمر دیوانہ وار کام کیا ہے۔ اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ دین پر قربان کرنے کی کوشش کی ہے۔

شادی کے معاً بعد انہوں نے بی۔ اے۔ انگریزی کے لئے داخلہ بھجوادیا کہ یہ بہت ضروری ہے۔ کیا پتہ کہ ممالک غیر میں مبلغ کے طور پر جانا ہو۔ اس لئے ضروری ہے انگریزی سیکھ لوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ شادی کے تین سال کے بعد ہی ماریشس میں مبلغ کے طور پر بھجوائے گئے۔ میری بیٹی نصرت جہاں اس وقت دو سال کی تھی اور بیٹا محمد نصیر سات ماہ کا تھا۔ (جانے سے قبل دو تین روز کے لئے لاہور کی سیر کرادی) یہ تو ماریشس سدھارے اور میں دونوں بچوں میں محو ہو گئی۔ دل و جان سے ان کو توجہ دی۔ شروع سے ہی یہ خیال بہت پختہ تھا کہ یہ مبلغ اسلام کی اولاد ہیں انہیں بہت نمایاں طور پر اچھے اخلاق کا حامل ہونا چاہئے۔ مبلغ اسلام سے خیال آیا کہ ایک بار عزیزہ نصرت جہاں جبکہ وہ چند ماہ کی تھی اور ہم ان دنوں چکوال میں تھے جہاں مکرم قریشی صاحب مربی کے طور پر رہے ہیں۔ پاکستان میں صرف چکوال میں ہی انہوں نے مربی کے طور پر تین، چار سال کے لئے کام کیا تو نصرت جہاں وہاں پر کافی بیمار ہو گئی۔ پیٹ خراب تھا اور تیز بخار تھا۔ (غالباً نمونیہ کی شکایت تھی)۔ یہ دورہ پر گئے ہوئے تھے ان دنوں مربیان دو ہفتے اپنے ٹھکانے پر اور دو ہفتے ارد گرد کے علاقہ کے دورہ پر گزارا کرتے تھے۔ چنانچہ میں صرف چند ماہ کی نصرت کے ساتھ تھی۔ اکیلی ہسپتال جا کر دوائی وغیرہ لاتی تھی۔ پہلی بچی تھی کچھ تجربہ نہیں تھا۔ بے چاری کافی کمزور ہو گئی۔ آخر کار ایک شام کو حالت یہ ہوئی کہ بچی بیہوش پڑی ہوئی اور ہاتھ پاؤں مڑے ہوئے اور آنکھیں بھی عجیب حالت میں۔ اس وقت میں نے اپنے مولا کریم سے یہ واسطہ دے کر دعا کی کہ اے اللہ یہ ایسے شخص کی بیٹی ہے جو کہ تیرے دین کی خاطر گھر سے باہر گیا ہوا ہے۔ میں اس شہر میں اکیلی ہوں، کسی کو جانتی نہیں، کوئی مددگار نہیں۔ اس وقت رات کا وقت ہے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ تو چاہے تو بغیر سامان کے اس کو شفا دے دے۔ تیرے آگے کیا مشکل ہے۔ تجھے تیری ذات کا واسطہ کہ معجزہ دکھا اور بچی کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرما۔ چنانچہ چارپائی پر بچی کے پاس بیٹھی صرف دعا کرتی رہی۔ اور مجھے کچھ بھی علم نہیں تھا کہ کیا کر سکتی ہوں۔ تقریباً آدھا گھنٹہ یا شاید پندرہ بیس منٹ گزرے کہ کیا دیکھتی ہوں کہ بچی کی کیفیت بہتر ہو رہی ہے۔ ہاتھ پاؤں خود بخود سیدھے ہو گئے۔ آنکھیں بھی ٹھیک ہو گئیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جس نے مردہ سے زندہ کا معجزہ دکھایا۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ حالت ہی ایسی نہیں تھی کہ کچھ بھی کر سکتی۔ بس حیرانی اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے سب کچھ دیکھتی رہی۔ ابھی تک میری یہ حالت ہے کہ جب بھی پیار کی نظر سے اپنی بچی کو دیکھتی ہوں تو وہ دن یاد آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ جس نے اس عاجزہ کو ایسے وقت میں دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور پھر اپنے فضل اور رحم کے ساتھ قبول بھی فرمائی۔ یہ بھی خیال آتا ہے کہ وہ اپنے دین کے لئے کتنی غیرت رکھتا ہے کہ اگر اس کا بندہ اس کی خاطر گھر سے باہر ہے تو وہ اس کے اہل خانہ کا خود نگران ہو جاتا ہے۔

یادوں کا دریچہ کھلا ہے تو ایک اور واقعہ یاد آگیا۔ انہی دنوں مکرم قریشی صاحب کے کانوں میں کچھ تکلیف ہو گئی۔ ان کو خود تو احساس نہ ہوا البتہ شنوائی میں بہت فرق آ گیا۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ ڈاکٹر کو ملیں اور چیک اپ کروائیں۔ چنانچہ ایک روز یہ چلے گئے۔ سائیکل ان کے پاس تھا۔ سارے شہر میں اسی پر آنا جانا تھا۔ جب واپس آئے تو بہت ہی دلگیر تھے۔ پوچھنے پر بتایا کہ جب میں نے ڈاکٹر کے کلینک کے سامنے جا کر سائیکل کھڑا کیا تو ڈاکٹر کا ایک نوکر باہر آیا اور خوب مجھے برا بھلا کہا کہ یہ سائیکل ڈاکٹر صاحب کی کار کے پاس کیوں کھڑا کیا ہے۔ اگر گر گیا تو ڈاکٹر صاحب کی کار کو نقصان ہو جائے گا۔ اور بھی سخت الفاظ استعمال کئے۔ چنانچہ یہ سائیکل وہاں سے ہٹا کر کلینک کے اندر پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب نے بات سنی (اب مجھے یاد نہیں کہ چیک کیا یا نہیں) لیکن یہ ضرور کہا کہ خواہ مخواہ آجاتے ہیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ گھر جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ سر کی سوئی اور ٹارچ لے کر تمہارے کان صاف کر دے۔ انہیں بہت دکھ تھا کہ بس معمولی آدمی دیکھ کر اس طرح کا برا سلوک میرے ساتھ کیا ہے۔ بہت ہی پریشان ہو رہے تھے۔ اور تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے۔ یہ اس کی بداخلاقی ہے ورنہ اکثر لوگ تو عزت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ اپنی چند ایک احمدی عورتیں کسی کے افسوس کے لئے جا رہی تھیں۔ میں نے یونہی پوچھ لیا کہ کون فوت ہوا ہے تو بتایا کہ ایک بالکل نوجوان ڈاکٹر یہاں سے راولپنڈی اپنی کار پر جا رہا تھا کہ حادثہ پیش آگیا۔ چنانچہ وہ اور اس کی کار بالکل ختم ہو گئے ہیں۔ بہت دکھ ہوا سن کر۔ ڈاکٹروں کے لئے ویسے بھی میرے دل میں بہت عزت ہے۔ اور پھر نوجوان ڈاکٹر کی حادثہ میں وفات کا سن کر افسوس ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ وہی ڈاکٹر تھا جن کے پاس یہ تین روز قبل چیک اپ کے لئے گئے تھے۔ یہ سن کر میں کانپ کر رہ گئی کہ جس کار کی خاطر ایک شریف آدمی کی بے عزتی کی گئی تھی وہ کار بھی ختم ہو گئی اور بے چارہ ڈاکٹر بھی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ میں نے یہ بات اس وقت کسی سے نہیں کی مجھے تو خود اس حادثہ کا افسوس تھا لیکن ذہن میں یہ بات ضرور تھی کہ خدا تعالیٰ بہت غیرت رکھتا ہے اپنے بندہ کے لئے۔

ایک بار چکوال میں ہی ہمارا کوئی جماعتی جلسہ ہو رہا تھا اپنی مسجد میں کہ مولوی لوگ لمبے لمبے چوغے پہن کر اور دو اڑھائی سو فسادیوں کو لے کر مسجد پر حملہ کی غرض سے آ پہنچے۔ ہاتھوں پر پتھر پکڑے ہوئے اور نعرے لگاتے ہوئے۔ کچھ پتھر انہوں نے لاؤڈ اسپیکر پر پھینکے بھی۔ مسجد کے ساتھ ہی اس کے احاطہ میں ہمارا چھوٹا سا مشن ہاؤس تھا۔ میں بھی ننھی منی بیٹی کے ساتھ وہیں تھی۔ اللہ کا احسان ہے کہ ایک لحہ کے بھی خوفزدہ نہیں ہوئی۔ دروازہ کے سامنے ہجوم تھا اور کوئی دوسرا راستہ نکلنے کا نہ تھا۔ اور فساد کا کافی خطرہ تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے پولیس آفیسر کے دل میں رحم ڈالا اور وہ موقع پر پہنچ گئے اور ہمارے لاؤڈ اسپیکر اتروانے پر ہی اکتفا کیا اور مجمع کو رفع دفع کر دیا۔ اس طرح ایک دو گھنٹہ کے خوف کے بعد ہی امن و سکون ہو گیا۔ اس میں بھی اس وقت خدا تعالیٰ کا خاص ہاتھ نظر آرہا تھا۔

چکوال اور علاقہ کے ارد گرد کے لوگ ابھی تک عزت اور پیار سے ملتے ہیں۔ اسی تعلق کی وجہ سے میری بیٹی کی شادی چکوال کے ہی ایک گھرانہ میں ہوئی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے اور صبر کرنے والوں کو وہ ضرور پھل دیتا ہے۔

چکوال سے واپس آکر ایک سال کے اندر اندر قریشی صاحب ماریشس چلے گئے۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ بہت اچھا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میری طرف سے صرف اتنی مدد تھی کہ کبھی بھی پریشانی کا اظہار نہ کیا۔ جیسا بھی وقت آیا سب کچھ خود برداشت کیا۔ چھوٹے چھوٹے دو بچے تھے، ان کی ذمہ داریاں تھیں۔ چونکہ اپنا بچپن ماں کے بغیر گزرا تھا اس لئے دل چاہتا تھا کہ ہر وہ کمی اپنے بچوں کیلئے پوری کر دوں جس سے خود گزری ہوں۔ چنانچہ دل لگا کر ان کی تربیت اور پرورش کرنے کی کوشش کی۔ قریشی صاحب اپنی تبلیغی کوششوں کی تصاویر بھجوایا کرتے تھے ان میں سے ایک تصویر ان کی ملکہ الزبتھ کے ساتھ بھی تھی۔ جسے بڑا کروا کے ہم نے دیوار پر لگایا ہوا تھا۔ میں بچوں کو تصویر کے ذریعہ سے ان کے اباجان کا تعارف کرواتی رہتی تھی۔ اور میرا خیال تھا کہ دونوں نصرت اور نصیر اپنے اباجان کو خوب پہچانتے ہیں۔ ہر آنے جانے والے کو ننھا نصیر دیوار کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کرتا تھا کہ وہ میرے اباجان ہیں۔ ایک روز فریم کو صاف کرنے کے لئے جب میں نے اتارا تو یونہی نصیر سے جو کہ اس وقت چار سال کا تھا پوچھ لیا کہ آپ کو پتہ ہے نا کہ آپ کے اباجان کون سے ہیں تو جلدی سے ملکہ پر ہاتھ رکھ کر کہا یہ ہیں۔ تب مجھے پتہ چلا کہ اسے تصور ہی نہیں کہ اباجان ہوتے کیا ہیں۔ بس ملکہ اچھی لگ رہی ہے اور اس کے اباجان اچھے ہیں۔ اس کے ذہن میں اس لئے اس کا خیال تھا کہ یہی میرے اباجان ہیں۔ عزیزم نصیر ساڑھے چار سال کا تھا جب ان کی ماریشس سے واپسی ہوئی۔ ان کے آنے سے پہلے بچوں کو بتایا کہ آپ کے اباجان آرہے ہیں تو اب اتنا تصور ہو چکا تھا کہ نصیر کہنے لگا کہ میں نے اب کاغذ کے اباجان نہیں لینے، اصلی لینے ہیں۔ بہت ہنسی آتی تھی بچوں کی معصوم باتوں پر۔

مارچ ۱۹۷۳ء میں ان کی واپسی ہوئی ماریشس سے اور پھر دو سال کے لئے دفاتر تحریک جدید کے تحت کام کرنے کا موقعہ ملا۔ بہت ہی مصروف وقت گزرا۔ اس کے ساتھ ہی خدام کے مہتمم اصلاح و ارشاد بھی تھے مرکزیہ کے۔ وقت گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ اور پھر انہیں گی آنا بھجوا دیا گیا۔

اس بار نبیلہ تھی چھ سات ماہ کی۔ میری بھی ذمہ داریاں پہلے کی نسبت بڑھ گئیں۔ بچوں کو بھی اپنے اباجان کے ساتھ رہنے کی عادت ہو گئی تھی اس لئے اب وہ کافی اداس ہو جاتے تھے۔ اور باقاعدہ ایک قسم کے احساس محرومی کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے مجھے بہر حال پریشانی تھی کہ ہر ایک قسم کی کوشش کے باوجود بچے اپنے آپ کو بیچارہ محسوس کریں۔ اس کمی کو پڑھائی کے ساتھ پورا کیا۔ بچوں کو میں سارا دن مصروف رکھتی۔ چنانچہ دونوں عزیزان ہمیشہ پوزیشن لے کر کامیاب ہوئے۔ قرآن پاک تو ان کے ہوتے ہوتے پڑھ چکے تھے اور آمین ہو چکی تھی۔ ناصرات اور اطفال کی تنظیمیں بھی ایک نعمت ہیں۔ ان میں باقاعدہ شامل ہوتے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بہت اچھا وقت گزر گیا۔ البتہ میری صحت کمزور رہتی رہی ہے۔ ایک بار کسی تکلیف کے سلسلہ میں وقف جدید دوائی لینے چلی گئی۔ ہمارے پیارے موجودہ امام اس وقت دفتر وقف جدید میں تھے اور مریضوں سے انتہائی پیار کا سلوک فرماتے اور دوائی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مجھے بھی دوائی دی۔ اس بیماری سے فائدہ نہ ہوا تو اور تکلیف ہو گئی۔ دوبارہ گئی، پھر دوائی دی۔ جب تیسری بار گئی تو حضور نے (جنہیں اس وقت میاں صاحب کہتے تھے) بہت گہری نظر سے دیکھ کر فرمایا کہ یہ دوائی نہیں بلکہ ٹانک تھا۔ اس سے آرام آجانا چاہئے تھا میں نے خاموشی سے سر جھکا لیا پھر حضور نے کچھ نہیں کہا۔ البتہ اگلے دن دفتر سے تحریری خط آیا جس میں مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ کیا ہم سب

گی آنا جانا چاہتے ہیں۔ قدرتی طور پر خوشی ہوئی۔ لیکن جو بات میرے لئے بہت ہی خوش کن تھی وہ یہ کہ حضور ان دنوں تبشیر کا کام بھی کر رہے تھے۔ میں حضور کی انتہائی شفقت سے بہت بہت حیران اور خوش ہوئی کہ کس طرح سے سکون پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کو دونوں جہانوں کی نعمتوں سے نوازے۔ پیارے آقا اپنی خلافت سے قبل بھی غریبوں اور بیکسوں کا بہت زیادہ خیال رکھنے والے اور انتہائی پیار و شفقت کا سلوک فرمانے والے ہیں۔ میں تو وقف جدید کے دفتر میں ہر قسم کے انسان کو بیٹھا ہوا دیکھ کر حیران رہ جایا کرتی تھی۔ دنیا کی نظر سے اعلیٰ نظر آنے والے اور معمولی نظر آنے والے ،سب برابر کا پیار اور توجہ پاتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے انہیں پاکستان آکر اپنی والدہ محترمہ سے ملاقات کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی ہمیں لے جانے کی۔ چنانچہ یہ تین چار ماہ کی چھٹی لے کر کینیڈا اور امریکہ ہوتے ہوئے لندن میں "کسر صلیب کانفرنس" میں شمولیت کے بعد پاکستان آئے۔ وہاں سے چند روز کے لئے قادیان زیارت کے لئے گئے۔ پھر واپس آکر کل تین ماہ کے قریب عرصہ وہاں پر گزار کر مجھے اور تین بچوں کو لے کر گی آنا چلے گئے۔ راستہ میں دس روز کے لئے امریکہ ٹھہرے اور دو دن کے لئے ٹرینیڈاڈ میں رکے۔ اور یکم اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہم جارج ٹاون (گی آنا) پہنچ گئے۔

گی آنا میں ہم نے پانچ سال ان کے ساتھ گزارے ۔ اس دوران انہوں نے مشن ہاؤس کی شاندار عمارت تعمیر کروائی۔ بہت محنت کی اس کے لئے۔ خود ہی نگرانی کی۔ گی آنا کے چند امراء سے کافی مدد لی۔ دن رات اس کے لئے خط وکتابت اور جس طرح بھی ممکن ہو سکا رابطہ قائم کیا Donations وغیرہ کے لئے۔ چنانچہ چند ماہ کے عرصہ میں ۱۹۷۹ء کے آخر میں یہ عمارت مکمل ہوئی۔ پھر پرانی عمارت کا جو حصہ بچا تھا جس میں کہ ہم عمارت بننے کے دوران رہتے تھے اسے گرانے کیلئے اپنے احمدی بھائیوں کو ہی وقار عمل کے لئے بلایا۔ اور کئی روز وہ دیہات سے آئے ہوئے لوگ ہمارے مہمان کے طور پر رہے۔ میرے لئے یہ سب بہت ہی نئے قسم کے تجربے تھے۔ کافی محنت کی زندگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سب وقت خیریت سے گزار دیا۔

محترم ابا جان نے مجھے جاتے وقت نصیحت کی تھی کہ اپنے ہمسایوں میں کچھ نہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں تحفۃً بھجواتی رہنا۔ چنانچہ اس پر عمل کا بھی مجھے کافی فائدہ ہوا۔ حالانکہ وہاں پر اس کا عام تصور نہیں ہے لیکن پھر ہمارے بہت اچھے ہمسائے بھی ہمارے گھر پر خاص موقعوں پر کھانے کی چیزیں تحفۃً بھیجتے۔ اور اسی طرح میری اور ہم سب کی ارد گرد کافی واقفیت پیدا ہو گئی تھی۔ سب لوگ ہم سب کے ساتھ بہت عزت اور پیار کا سلوک روا رکھتے۔ ۱۹۸۳ء میں جب ہماری وہاں سے ٹرینیڈاڈ تبدیلی ہوئی ہے تو رخصت ہوتے وقت ہماری بوڑھی چینی ہمسائی جو کہ ریٹائرڈ آفیسر تھی) سب سے زیادہ اداس تھی اور بہت رو رہی تھی ۔ ہم پانچوں کو انہوں نے علیحدہ علیحدہ چھوٹی چھوٹی یادگار چیزیں تحفۃً دیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ گی آنا میں ہمارا Stay بہت کامیاب رہا اور پھر ہماری ٹرینیڈاڈ میں تعیناتی ہو گئی۔ مکرم قریشی صاحب کی وہاں پر تعیناتی پر اکثر لوگ بہت خوش ہوئے اس سے قبل ٹرینیڈاڈ، گی آنا اور سرینام کا جلسہ سالانہ مشترکہ طور پر کسی ایک ملک میں ہوتا تھا۔ اس کی ابتداء بھی انہوں نے جاکر کی تھی۔ چنانچہ اس وجہ سے تینوں ملکوں کے احمدی آپس میں ایک دوسرے سے واقف ہوئے اور اس وجہ سے وہ لوگ مکرم قریشی صاحب سے مانوس تھے اور ان کے جانے پر خوش ہوئے اور لوگ تیزی سے جماعت کی طرف بڑھے۔ بہت سوں نے عرصہ پندرہ بیس سال سے الگ رہنے کے بعد دوبارہ بیعت کی۔ لیکن ابھی بھی ایک کافی بڑا گروپ لوگوں کا ایسا تھا کہ انہیں بعض وجوہات سے ہچکچاہٹ تھی۔ اس سلسلہ میں خاکسارہ کو بھی تھوڑی سی خدمت کا موقعہ ملا۔ وہ اس طرح سے کہ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ ہم جماعت کو سچا مانتے ہیں لیکن جب مکرم قریشی صاحب کی تبدیلی ہو جائے گی تو پھر دوبارہ شاید انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ انہوں نے کافی سمجھایا کہ یہ خیال غلط ہے۔ اصل تعلق تو آپ کا خلیفہ وقت سے ہوگا۔ مشنری کون ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس میں تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ ان کے کافی اصرار پر کہ آپ لوگ باقاعدہ جماعت میں شامل ہوں، ان لوگوں نے اپنی طرف سے ایک عورت کو اپنا نمائندہ بنا کر میرے پاس بھجوایا کہ شاید مجھے سمجھ آجائے کہ وہ لوگ کیوں باقاعدہ شامل نہیں ہونا چاہتے اور میں پھر انہیں بتا سکوں۔ چنانچہ ایک خاتون میرے پاس آئیں اور ہماری اس موضوع پر تقریباً دو گھنٹہ بات چیت ہوئی۔ آخر پر اس نے کہا کہ ہم جماعت کے ساتھ ہیں لیکن ہمارے باقاعدہ بیعت کرنے سے آپکو بھی نقصان ہو سکتا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ آپکو نقصان ہو۔ اس پر میں نے اسے کہا کہ ہمارا فکر نہ کرو ہمارا خدا حافظ ہے۔ ہم لوگ اس لئے تو نہیں آئے یہاں پر کہ اپنے فائدے کی خاطر بلانا ہے۔ اسلئے آپ ہماری طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں۔ اور اس وجہ کو تو بالکل بھی درمیان میں نہ لائیں۔ چنانچہ بات اس کی سمجھ میں آگئی اور بجائے اس کے کہ میری تسلی کر کے جاتی خود مطمئن ہو کر گئی اور اگلے روز ہی اللہ کے فضل سے وہ سارا گروپ بیعت کر کے دوبارہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

ہماری آپس میں دوستی تھی تو جماعت کے کاموں کے سلسلہ میں۔ ورنہ ان کے پاس کسی قسم کا وقت نہیں ہوتا تھا کہ ذاتی باتیں زیر بحث آئیں۔

ایک مسجد کے امام احمدی ہوئے تو ان کی بیگم صاحبہ نے کہا کہ آپ اپنی فیملی سمیت ہماری بڑی بیٹی کے ہاں جائیں وہ اپنے عقیدے میں بہت پکی ہے اور احمدیت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ چنانچہ ایک روز وہاں گزارنے کا پروگرام بنا۔ سب لوگ تو سمندر کے کنارے سیر و تفریح کے لئے چلے گئے لیکن خاکسارہ اور وہ خاتون گھر پر رہے اور ان کی امی بھی قریب رہیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور اسلام واحمدیت پر کافی سنجیدہ قسم کی بات چیت کرتے رہے۔ اسے کافی علم تھا اسلام کے متعلق کہنے لگی کہ میں جب بچی تھی تو اپنے ابا جان سے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق سنتی چلی آ رہی ہوں اور انہیں سچا مانتی ہوں لیکن یہاں پر ہمارے بہت سے اچھے اچھے لوگوں سے تعلقات ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ اگر میں احمدی ہو گئی تو یہ سب لوگ مجھے چھوڑ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ قربانیاں تو پھر سچائی کے لئے دینی پڑتی ہیں۔ اس کے دل ودماغ میں کافی ہلچل پیدا ہو چکی تھی۔ کہنے لگی کہ کیا یہ طریقہ نہیں ہو سکتا کہ میں دل سے مانتی رہوں لیکن بیعت نہ کروں۔ میری تسلی کروا دو کہ کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے کہا دیکھو تم سچائی کو جان چکی ہو۔ اب تو پھر تمہاری مثال یہ ہی ہو گی کہ سورج نکلا ہوا دیکھ کر تم چھپ جاؤ، آنکھیں بند کر لو کہ میں نے نہیں دیکھا۔ اس پر بہت اثر ہوا کہنے لگی کہ میں کسی سے نہیں ڈروں گی۔ ان لوگوں کی حقیقت کیا ہے۔ مجھے آج ہی بیعت فارم دیں ہم انشاء اللہ خود بھی احمدیت میں شامل ہونگے اور میں اپنے سسرال کو بھی شامل کرنے کی کوشش کروں گی۔ چنانچہ وہ فیملی اپنے تین بچوں سمیت احمدی ہو گئی۔ الحمدللہ۔ اور اس کے بعد اس نے باقاعدہ اپنے ارد گرد تبلیغ کا پروگرام بنایا اور ایک روز بہت سے رشتہ داروں اور قریبی دوستوں کو مدعو کیا تا کہ مولانا قریشی صاحب کی تقریر سن سکیں۔ اس طرح اس دوسرے سال میں تیزی سے غیر از جماعت لوگوں سے تعلقات بڑھے اور لوگ جلدی جلدی احمدیت میں شامل ہونا شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کا فضل شامل رہا۔ الحمدللہ۔ لیکن یہی ترقی کچھ لوگوں کے حسد کا باعث بنی اور انہوں نے سب کاموں میں رکاوٹیں پیدا کرنی شروع کیں۔

باقی اگلے شمارہ میں

بقیہ خطبہ عید الاضحیہ از صفحہ نمبر ۹

کر دینا چاہتا ہوں کہ اس عید کو جس کو عامۃ الناس میں بڑی عید کہا جاتا ہے جو عید الاضحیہ. قربانیوں کی عید ہے اس عید کے فرائض کی ادائیگی کے معاً بعد چونکہ لوگوں نے قربانی کرنی ہوتی ہے یا قربانی سے تعلق رکھنے والی خوشیاں منانی ہیں یعنی قربانی کا گوشت خواہ خود نہ بھی دے رہے ہوں مگر اس دن یہ مسلمانوں کے لئے خاص طور پر گوشت کھانے کی خوشیوں کا دن بن جاتا ہے۔ اب یہ جو گوشت کھایا جاتا ہے اس کی لذت میں اضافہ تبھی ہو گا اگر آپ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد اور حج پر جو قربانی خدا کے حضور پیش کی جاتی ہے اس کو پیش نظر رکھیں ورنہ خالی بوٹیاں کھانے سے تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، صرف پیٹ خراب ہو گا۔ اس طرح کھائیں کہ یاد کریں کہ یہ قربانی جو دی گئی تھی یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کی قربانی کا ایک مظہر تھی اور ہم جو قربانیاں دے رہے ہیں یہ ہمیں یاد دلا رہی ہیں کہ اصل قربانی ذبح عظیم ہے۔ پس جب قربانی کا گوشت کھاؤ تو یاد رکھو تمہیں اپنی جان، مال، بچوں کی قربانی ہے جو خدا کے حضور پیش کرنی ہے۔ اور وہی اصل عید ہے جو مومن کو یہ قربانیاں یاد دلاتی ہیں۔ تو اس کو نہ بھولیں۔ اور اب چونکہ ساری دنیا میں یہ خطبہ سنا جا رہا ہے اس لئے انگلستان کے حوالے سے تو شاید ممکن نہ ہو مگر سب دنیا میں یہ ممکن ہے کہ غریبوں کو اس قربانی میں خصوصیت سے یاد رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے لئے رکھے ہوئے گوشت کے علاوہ یا نظام جماعت کی معرفت یا اپنے طور پر براہ راست غریبوں میں گوشت تقسیم کریں کیونکہ یہ وہ ایک دن ہے جس میں کئی بلکہ لاکھوں کروڑوں غریب ایسے ہونگے جن کو بس اسی دن گوشت نصیب ہوتا ہے۔ تو یاد رکھیں کہ اس کی لذت میں جب تک آپ غرباء کو شامل نہ کریں آپ کا دل لذت پا ہی نہیں سکتا۔ یعنی حقیقی لذت نہیں پا سکتا۔ پس جہاں تک ممکن ہے زیادہ سے زیادہ غرباء میں یہ گوشت تقسیم کریں۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نظام جماعت کی معرفت بھی کریں اور خود بھی اپنے گرد و پیش نظر ڈال کر جہاں تک توفیق ہے اس اہم اور قربانی میں شامل عمل کی توفیق پائیں کیونکہ یہاں غریب کو گوشت پہنچانا بھی آپ کی قربانی کا ایک جزو بن جائے گا اور یہ جزو آپ کی لذت میں اضافہ کرے گا۔

یہ وہ نصیحت ہے مختصر جو میں آپ کو اس سلسلے میں کرنی چاہتا ہوں اور اب ہم دعا کروائیں گے لیکن مقامی طور پر جو نصیحت ہے جو باتیں بیان کرنی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس عید کے معاً بعد مصافحہ نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ جس قربانی کا میں نے ذکر کیا، جن مصروفیات کا ذکر کیا ہے وہ اس بات میں مانع ہوتی ہیں کہ عید کے بعد دیر تک لوگوں کو بٹھایا جائے۔ جہاں تک جمعہ کا تعلق ہے اس سلسلے میں پہلے یہ فیصلہ تھا کہ ساڑھے بارہ بجے جمعہ ہو جائے کیونکہ بعض فقہاء جن میں حضرت امام مالک بھی شامل ہیں ان کا یہ فتویٰ تھا یا ہے کہ عید والے دن جمعہ کو سورج کے زوال سے پہلے بھی پڑھا جا سکتا ہے مگر اکثر فقہاء اس بات کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حدیث سے جو استنباط کیا گیا ہے وہ درست نہیں اور جو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا چونکہ امکان ہے یہ نکل سکتا ہے معنی اس لئے ہم اس کو حرام تو نہیں کہیں گے مگر غیر معمولی حالات میں اس وقت کا خلیفہ اگر فیصلہ کرے تو ایسا کیا جائے ورنہ نہ کیا جائے۔

تو ساری دنیا میں جہاں بھی جمعہ پڑھا جا چکا ہے وہ ان کے لئے تو بات پرانی ہو گئی مگر جنہوں نے ابھی پڑھنا ہے کیونکہ نصف دنیا ایسی ہے جس نے ابھی جمعہ پڑھنا ہے ان کو یہ نصیحت ہے کہ وہ عید والے دن عید الگ پڑھیں اور جمعہ الگ پڑھیں اور جمعہ کے زوال کا انتظار کریں۔ تو اس سے پہلے میں نے ساڑھے بارہ بجے کا اعلان کروایا تھا وہ زوال کے وقت سے پہلے کا ہے اس کو میں نے تبدیل کر دیا ہے۔ اب ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایک بجے پورے اذان شروع کریں گے اور جب تک جمعہ شروع ہو گا اس وقت تک زوال ہو چکا ہو گا سورج کا اور اس دفعہ جمعہ کا خطبہ بہت مختصر دونگا تا کہ واجبی طور پر سنت پوری ہو اور اس کے بعد آپ لوگ فارغ ہونگے۔ پھر جہاں جہاں بھی آپ نے اپنے مختلف جگہ اڈے بنائے ہوئے ہیں قربانیوں کے گوشت کے تکے بنانے کے وہ آپ جا کے شوق سے کریں۔ تو اس مختصر وضاحت کے بعد آیئے اب ہم دعا میں شامل ہو جائیں۔

خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کر دیا ہے ؟ اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرما کر رسید حاصل کریں اور اپنے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت AFC کا حوالہ نمبر ضرور درج کروائیں۔ (مینیجر)

مجلس سوال وجواب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ اردو بولنے والے احباب جماعت کی ملاقات مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۶ء میں جو دلچسپ سوال وجواب ہوئے ان میں سے بعض ذیل میں افادہ احباب کے لئے ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر پیش کرتا ہے۔ اسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب (ربوہ) نے کیسٹ سے سن کر مرتب کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء (مدیر)

توبہ کی حقیقت

اگر انسان بار بار توبہ کے باوجود غلطی کرتا ہے تو اسلام میں اس کی کیا سزا ہے حضور ایدہ اللہ نے اس سوال کا جوب دیتے ہوئے فرمایا جب بھی غلطی پکڑی جائے گی اس وقت سزا ہوگی۔ انسان کی پرانی توباؤں کی بحث نہیں چھیڑے گا۔ جب غلطی پکڑی جائے گی اس وقت سزاوار ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون بہت وسیع اور باریک ہے۔ وہ انسان کے دل کی پاتال تک نظر رکھتا ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک اسکی ہر توبہ بھی یقینی اور سچی ہو اور ہر ٹھوکر بے اختیاری کی ہو تو خدا کی مرضی ہے وہ معاف کر سکتا ہے۔ کوئی انسانی قانون اور فتویٰ اس پر لاگو نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت ﷺ کی مختلف احادیث سے ثابت ہے کہ بعض گناہگار بار بار گناہ کے کرنے کے باوجود بخشے گئے بعض نیک لوگ ایک غلطی پر ہی پکڑے گئے۔ اب اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان کی غلطی کس Defiance کے نتیجہ میں تھی۔ کس ناشکری کے نتیجہ میں تھی اور گناہ گاروں کی غلطیاں کن بے اختیاریوں کی وجہ سے تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

خلیفہ وقت کن معنوں میں معصوم ہوتا ہے؟

ہر احمدی کا یہ ایمان ہے کہ خلیفہ وقت جو فیصلہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہوتا ہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سوال کرنے والے کو فوراً ٹوکا اور فرمایا یہ آپ کو کس نے بتایا ہے۔ یہ ضروری نہیں۔ معصوم عن الخطاء صرف رسول اللہ ﷺ ہیں اور پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیاء ہیں۔ آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں اگر میں تمہارے قضائی فیصلوں میں کوئی ایسا فیصلہ کروں جو کسی کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں ہو گیا ہو۔ اب دیکھیں رسول اللہ ﷺ اپنے متعلق یہ وضاحت فرما رہے ہیں جو سب سے زیادہ معصوم عن الخطاء تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں تو پھر بھی فیصلہ مانو لیکن جس کے حق میں غلط فیصلہ ہوا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اس ناجائز بات کو چھوڑ دے ورنہ جہنم کا ٹکڑا کھائے گا۔ اتنی عظیم الشان اور پر حکمت وضاحت کے بعد اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ خلیفہ وقت کوئی غلطی نہیں کر سکتا تو یہ عقیدہ غلط ہے۔ اس کی وضاحت ہونی چاہیئے۔

ایک چیز یہی ہے جس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بڑا کھل کر بیان فرمایا ہے کہ خلیفہ وقت غلطی تو کر سکتا ہے مگر قومی فیصلوں میں جو اس کے فرائض منصبی سے تعلق رکھتے ہیں ان میں غلطی سے اللہ اس کو بچاتا ہے اور اگر غلطی کر بھی بیٹھے تو اس کا ازالہ فرما دیتا ہے۔ یہ ایک بالکل الگ مضمون ہے یعنی خلیفہ وقت اپنے جماعتی فیصلوں میں تو خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہے اور بالعموم اس سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ مگر معصوم ان معنوں میں نہیں ہے جس طرح نبی معصوم ہوتا ہے۔ اور اگر وہ غلط فیصلہ کر بیٹھے دیانت داری کے ساتھ اور ایسا ہی ہوگا ہمیشہ تو پھر خدا تعالیٰ اس کے ازالہ کے سامان کر دیتا ہے۔ اور جماعت کو اس کا نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ کیونکہ اس نے معصومیت میں جماعتی فیصلوں میں اللہ کے حکم سے اطاعت کی۔ یہ ہے آخری قطعی صورت جس کو ہم نے بارہا دیکھا ہے۔ کبھی بھی اس کے خلاف بات نہیں ہوئی۔

معروف فیصلہ سے مراد

سائل نے عرض کیا خدام الاحمدیہ کے عہد میں معروف کا جو لفظ ہے اس سے کیا مراد ہے۔ حضور انور نے فرمایا یہ تو بہت پرانا سوال ہے۔ عہد میں معروف کا جو لفظ ہے وہ قرآن میں جہاں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے وہاں بیعت کے الفاظ یہ ہیں کہ تم یہ اقرار کرو کہ معروف میں نبی کی اطاعت سے باہر نہیں جاؤگی۔ پس یہ سوال خلافت کے حوالہ کی بجائے نبوت کے حوالہ سے اٹھایا جانا چاہئے۔ جب رسول کریم ﷺ کے حوالہ سے یہ سوال اٹھائیں گے تو آپ بتائیں پھر کیا سوال بنے گا۔ انہوں نے عرض کیا پھر تو یہاں معروف کا لفظ نہیں آنا چاہئے۔ حضور نے فرمایا قرآن میں نہیں آنا چاہئے؟ یہی تو مزہ کی بات ہے اگر خدا کے بندوں کے مشورہ سے قرآن بنتا یعنی رسول اللہ ﷺ کے متعلق کہا جاتا ہے تو پھر یہ بن جاتا کہ خود انہوں نے بتایا ہے کہ معروف کا لفظ نہیں آنا چاہئے۔ اس کو یہاں سے ہٹا دو۔

جہاں تک معروف فیصلے کی اطاعت کا تعلق ہے یہ وہ اطاعت ہے جو قرآنی فرائض اور احکام اور سنت کے فرائض اور احکام کے علاوہ عام باتوں میں کی جاتی ہے جس میں براہ راست انسان کسی چیز کا پابند نہ ہو۔ اب یہ نفلی اطاعت ہے یعنی نفلی دائرہ کے معاملات میں اطاعت ہے نہ کہ فرائض کے معاملہ میں۔ فرائض کے معاملہ میں تو خلیفہ وقت اللہ کے حکم کو نافذ کرتا ہے جو رسول اللہ نے نافذ فرمایا اور اس میں کسی شرط کی بحث ہی کوئی نہیں۔ لازماً اس کی پابندی ہوگی معروف میں بھی نافرمانی نہیں کریں گے۔

معروف سے مراد یہ ہے کہ جن باتوں میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حکم نہیں دیا لیکن اچھی باتیں ہیں اور ان میں اگر آپ حکم دیں گے تو پھر ہم ان میں بھی نافرمانی نہیں کریں گے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کے تعلق میں بہت سے ایسے قوانین جاری کئے جو شرعاً انسان کو پابند نہیں کر سکتے مگر ساری جماعت نے پابندی کی۔ یہ معروف کی پابندی ہے۔ شریعت کے خلاف نہیں بلکہ شریعت کی تائید میں زوائد جو عرف عام میں اچھی باتیں ہیں ان کی سند عالمی سند ہے عرف عام کی بحث ہے تبھی معروف کہلاتی ہیں۔ تمام ایسی باتیں جو اچھی ہیں خواہ شریعت نے ان کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر ہمیں ان کا پابند کیا جائے تو ہم ان کے بھی پابند ہو جائیں گے۔ پس اس کی اطاعت کی جو اتھارٹی ہے اس کا جو منصب ہے اس کو کم کرنے کی بجائے معروف کا لفظ اس کو اونچا کر رہا ہے۔ انہی معنوں میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے بیعت لی تھی، انہی معنوں میں آئندہ یہ بیعت چلتی ہے۔

وقف جدید کا اجراء اور حضرت مصلح موعودؓ کی ایک خواہش

وقف جدید کے بارہ میں ایک سوال پیش ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب پہلی بار یہ تحریک فرمائی اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تو اس وقت سے یہ تاثر چلا آرہا ہے کہ حضورؓ نے فرمایا تھا کہ جو معلمین ہونگے وقف کریں گے ان کا براہ راست میرے ساتھ رابطہ ہوگا۔ اور وہ میری ہدایت پر کام کریں گے۔ اور دور دراز ممالک میں دیہاتوں اور جنگلوں میں ایک خدا رسیدہ انسان بنیں گے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا وقف جدید کی تحریک ۱۹۵۷ء کے آخر میں ہوئی تھی اسکے بعد حضرت مصلح موعود چند سال زندہ رہے۔ آپ نے کیوں ایسا نہیں کیا جو آپ کہہ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب ایک تحریک چلائی جاتی ہے تو آغاز میں عام نگرانی سے بڑھ کر نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور براہ راست نگرانی اس لئے ضروری ہے تا کہ جماعت میں وہ تحریک اس طرح متعارف ہو جائے جس طرح خلیفہ وقت متعارف کرانا چاہتا ہے۔ وہ اپنی خواہش اور توقعات کے مطابق جماعت کے سامنے اس تحریک کو چلائے اور لوگوں کو دکھائے کہ یہ کام اس طرح ہونا چاہئے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے شروع میں وقف جدید میں اس حد تک تو دلچسپی لی کہ جب یہ تحریک شروع ہوئی ہے تو اس وقت باقاعدہ تفصیل سے اس کی رپورٹیں منگوایا کرتے تھے اور بعض دفعہ براہ راست معلمین کو بھی ہدایات پہنچا دیا کرتے تھے یعنی معلمین ملنے کے لئے آئے ہیں تو کوئی ہدایت جاری فرما دی اور معلمین نے پھر آگے مرکز کو بتا دیا کہ حضرت مصلح موعود کی طرف سے یہ ہدایت آئی ہے تو اس سے زیادہ بوجھ اٹھانا آپ کے لئے ناممکن تھا۔ اس لئے یہ خیال کر لینا کہ وقف جدید کا سارا چارج براہ راست سنبھال لیا ہو یہ کبھی نہیں ہوا۔ اور جب نہیں ہوا تو اس خطبہ کے تاثرات کے متعلق دو باتوں میں سے ایک ہے یا تو خواہش تھی مگر مجبوری سے پوری نہیں ہو سکی یا اس خواہش کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ناظم وقف جدید کی طرح خود سارے کام سنبھال لیں بلکہ نسبتاً زیادہ نگرانی کا ادعا تھا۔ ایک خواہش تھی جسے جس حد تک ہو سکا آپ نے پورا کیا۔

اولیاء بنانا اللہ کا کام ہے

باقی ولی اللہ بنانا تو کسی کا کام نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ البتہ ولی اللہ بنانے کی کوشش کرنا یہ کام جاری رہتا ہے۔ مگر ولی خدا ہی بناتا ہے۔ آپ کسی کو ولی اللہ بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ ان واقفین میں سے جو ہمارے پاس آئے کئی ایسے تھے جن کے متعلق جہاں تک انسانی علم کام کرتا ہے انسان کہہ سکتا ہے کہ ولی اللہ ہیں۔ ان کا وقف ہو جانا، ان کا بے لوث میدان عمل میں چلے جانا، ان کا دعائیں کرنا، ان کی نیکی کی وجہ سے ان کی کوششوں کو غیر معمولی پھل لگنا۔ اور ان کی دعاؤں کے پورا ہونے کا میں بھی گواہ ہوں کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے بعضوں کو کشوف بھی ہوئے اور وہ پورے ہوئے۔ بعضوں کو سچی رؤیا آتی تھیں۔

پس یہ نہیں کہ یہ تحریک خدا رسیدہ وجودوں سے خالی تھی مگر وقف کے شوق میں بہت سے نوجوان آئے جو ٹھہر بھی نہیں سکے، عہد بھی پورا نہ کر سکے اور بکھر گئے۔ بعض وقف زندگی کا بوجھ نہیں اٹھا سکے اور بعض جیسے بھی تھے آخر تک وفاداری سے قائم رہے۔ پس ان کے مرتبے اللہ کے پاس ہیں۔ مگر ولی اللہ کا جو تصور حضرت مصلح موعودؓ نے پیش فرمایا تھا وہ پوری طرح اس تحریک کے ہر فرد اور ہر ممبر پر صادق نہیں آتا۔ میرے علم میں کبھی ایسا نہیں ہوا بلکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کئی نفس کے بیمار تھے جو شریر کے طور پر باہر نکالے گئے وہ اولیاء اللہ کیسے بن سکتے تھے۔ اولیاء اللہ تو آپ بنا ہی نہیں سکتے۔ اولیاء اللہ بنانا اللہ کا کام ہے۔ خلیفہ وقت کا اتنا کام ہے کہ تحریک کرے اور توجہ دلائے۔ وقف جدید کا کام تھا کہ ان کی نیکی اور تقویٰ پر نظر رکھے بجائے اس کے کہ صرف ظاہری علم پر زور دے۔

نابالغ بچوں کی مجرمانہ حرکتوں پر مواخذہ

آج کل مغربی ممالک میں نابالغ بچوں میں جرائم کا رجحان بڑھتا جارہا ہے اور کم عمری کی وجہ سے یہاں کی عدالتیں انہیں سزا نہیں دے سکتیں۔ اس سلسلہ میں اسلام کی کیا تعلیم ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا اسلام نے تو بڑے واضح طور پر اس کی ذمہ داری ماں باپ پر ڈالی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کریں اور ان کی عدم تربیت کے نقصانات نہ صرف اس دنیا میں ان کو پہنچیں گے بلکہ آخرت میں بھی پہنچیں گے۔ اور وہ جواب دہ ہونگے۔ پس اس سے زیادہ ذمہ داری اور کیا ہو سکتی ہے۔

پس بچہ اگر شرارت کرے گا تو جس حد تک وہ اس شرارت کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے سزا سے مبرا نہیں اور نہ انسانی فطرت ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ کیا کبھی یہ ہوا ہے کہ کوئی بچہ قانونی لحاظ سے بلوغت کو نہیں پہنچا اگر گھر میں کسی کی آنکھ پھوڑ دے، کسی کا ناک کاٹ لے اور چیزیں توڑتا پھرے اور ماں باپ کہیں کہ دیکھو یہ تو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچا۔ یہ فطرت کے تقاضے ہیں کہ جب کوئی بچہ شرارت کرتا ہے تو اگر وہ پیار اور معافی سے ٹھیک ہو سکتا ہے تو وہی بہتر ہے لیکن باز نہیں آتا تو اس کے کان کھینچنے پڑتے ہیں۔ مگر اس حد تک نہیں کہ کان ہی اکھیڑ دیں۔ پس اسلامی تعلیم توازن کی تعلیم ہے۔

ہومیوپیتھی طریقہ علاج کا فلسفہ

ہومیوپیتھی طریقہ علاج خدا کے فضل سے بڑا مؤثر اور شہرت پذیر ہے۔ ایلوپیتھی کی بجائے ہومیوپیتھی سے جلد شفا ہو جاتی ہے۔ حضور انور نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ایلوپیتھی کے بغیر جن کو بھی شفا ہوتی ہے بہت بہتر ہوتی ہے بغیر کسی تکلیف کے اور لمبے عرصہ تک بیماری کے چلنے اور بار بار حملے کے مریض ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ میرے پاس کئی بچے آئے ہیں جن کی ماؤں نے بتایا کہ اینٹی بائیوٹک دیتے ہیں۔ جب بخار ٹوٹ جاتا ہے تو ہفتہ کے بعد دوبارہ ہو جاتا ہے۔ پھر گلا خراب پھر مصیبت تو یہ جو سلسلہ ہے یہ ختم ہونے میں آتا ہی نہیں لیکن ہومیوپیتھک دوا سے اگر شفا ہو تو کیونکہ جسم نے از خود رد عمل کر کے ایک کامیاب مقابلہ کیا ہے تو اسکی وجہ سے اس کے اندر ایک نفسیاتی توانائی آجاتی ہے۔ اور اسی قسم کے اگلے حملہ کو وہ آسانی سے قابو کر لیتا ہے۔

پس یہ جو ہومیوپیتھی کا فلسفہ ہے یہ تسلیم شدہ ایلوپیتھک فلسفہ بھی ہے۔ اور سائنسی لحاظ سے ثابت شدہ ہے۔

چنانچہ انسانی جسم میں دفاع کا جو نظام ہے اس میں کہتے ہیں کہ پہلی دفعہ اگر ایک مرض کے مقابلہ کے لئے جسم کو چودہ دن چاہئیں تو اگر وہ ایک دفعہ مقابلہ پر آمادہ ہو جائے یا اس کی توجہ ہو جائے بیماری کی طرف اور کامیابی سے اس پر قابو پالے تو اگلی دفعہ جب وہ بیماری حملہ کرے گی تو ۲۴ گھنٹے کے اندر جسم وہ تیاری کر لے گا جس پر چودہ دن لگے تھے۔ پس یہ وہ اصول ہے جو اس فلو پر بھی کار فرما ہے جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ اگر جسم کو مقابلہ کی طاقت کا اعتماد حاصل نہ ہو، طاقت ہو بھی لیکن اس پر اعتماد نہ ہو اور اس کا پھل اس نے خود دیکھا نہ ہو تو پھر وہ جو اس کی دفاعی طاقت ہے وہ اسی طرح سوئی رہے گی جس طرح پہلے سوئی ہوئی تھی۔ اور اس مدد کے بغیر جو بیرونی مدد ہے وہ طاقت از خود بیماری پر قابو نہیں پا سکتی۔ نہ چوبیس گھنٹے میں نہ چودہ دن میں۔ لازماً بیرونی مدد کی اس کو عادت پڑ جائے گی اور دفاعی طاقتیں کمزور ہو جائیں گی۔

پس یہ ہے وہ اصول جس کے میں نے دیکھا ہے بہت سے ایسے احمدی خاندان جو پہلے انٹی بائیوٹک کی طرف دوڑا کرتے تھے ان میں بھاری اکثریت ہے جو اپنا علاج خود کرنے کی اب طاقت پا گئی ہے جو ہمارے لیکچرز سنتے ہیں جنہوں نے کتابیں لی ہیں اور ان سب کی رپورٹ یہ ہے کہ کچھ غلطیوں کے بعد چونکہ ابھی تجربہ نہیں جب وہ صحیح دوائیں دیں تو بالکل بیماری غائب اور پھر بچوں کو مستقل صحت عطا ہو گئی ہے اور جو نہیں کر سکے میرے پاس ابھی پرسوں ایک کیس آیا تھا جو نہیں فرق کر سکے یا ہومیوپیتھک علاج پر اعتماد ہی نہیں ہوا ان کے بچوں کا برا حال تھا۔ وہ کہتے ہیں کوئی ہفتہ نہیں گزرتا تھا جب انٹی بائیوٹک نہ دینی پڑے۔ ان کو میں نے پھر پابندی سے بند کیا ہے اور ہومیوپیتھی کی دوائیں تجویز کی ہیں جن کی ابھی تک رپورٹ نہیں آئی مگر پہلے ایسے معاملات میں خدا کے فضل سے بڑی خوشکن رپورٹیں آتی رہی ہیں۔

ہومیوپیتھس کو ایلوپیتھی کا علم ضرور حاصل کرنا چاہئے۔

اس ضمن میں دوسرا سوال یہ اٹھایا گیا کہ جو لوگ اپنے بچوں کو ایلوپیتھک ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں کیا اب ان کو میڈیکل کالجوں میں داخلہ نہیں لینا چاہئے۔ حضور نے فرمایا ان کو میڈیکل کالجوں میں ضرور داخلہ لینا چاہئے کیونکہ وہ ڈاکٹر جو آج کل کی مروجہ ایلوپیتھک تعلیم حاصل کرتا ہے اسے انسانی صحت کے تعلق میں اتنی باتوں کا علم ہو جاتا ہے کہ ایک ہومیوپیتھ جو صرف ہومیوپیتھی پڑھ کر ہومیوپیتھ ڈاکٹر بنتا ہے اس کو بسا اوقات سمجھ ہی نہیں آتی کہ یہ کیوں ایسا ہو رہا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ بہت سی بیماریوں کی پہچان بھی نہیں کر سکتا۔ ہومیوپیتھک علامتیں بعض دفعہ غیر واضح ہوں تو ایلوپیتھک طرز تشخیص مددگار ہو جایا کرتی ہے۔ اور پھر اگر اندرونی نظام کا پتہ نہ ہو تو بہت مشکل ہے کہ محض ہومیوپیتھک کے ذریعہ انسان تمام بیماریوں کے حالات پر عبور حاصل کر سکے یا اعتماد حاصل کر سکے۔ کئی ہومیوپیتھ بیچارے اسی لئے بعض مریضوں کو ضائع کر دیتے ہیں کیونکہ ان کو پورا علم نہیں ہوتا کہ یہ بیماری اور ہے اور وہ بیماری نہیں ہے جس کو وہ سمجھ رہا ہے۔ اس کا علاج مثلاً سرجری یعنی جراحی ہونا چاہئے۔ اس لئے میرے نزدیک تو علم کے لحاظ سے ایلوپیتھک علم حاصل کرنا ضروری ہے اور ہمارے ہومیوپیتھس کو بھی حاصل کرنا چاہئے اسی لئے لیکچرز کے دوران میں نے ڈاکٹر صاحب کو سامنے بٹھایا ہوتا ہے۔ جہاں جہاں ضرورت ہو اپنی توفیق کے مطابق میں ایلوپیتھی کی باتیں بھی ساتھ کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو سمجھ تو آئے کہ یہ کیا چیز ہے۔ پھر جہاں تک علاج کا تعلق ہے آپ کو اختیار ہے ایلوپیتھک جبری علاج کریں یا ہومیوپیتھک طوعی علاج کریں۔

انسانی اعضاء کا عطیہ

انسانی اعضاء کے Donate کرنے کے بارہ میں سوال پر حضور انور نے فرمایا یہ جائز ہے اس پر سوال کرنے والے دوست نے کہا کہ پاکستان کے چند علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ حرام ہے۔ حضور نے فرمایا مولویوں نے تو احمدیوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر لوگوں کی بیویاں حرام کر دی ہیں ان کے فتووں پر آپ کیا کیا کچھ کریں گے۔

جہاں تک انسانی اعضاء کے عطیہ کا سوال ہے ایک شخص اگر کچھ ایسی قربانی کرے کہ اس کی زندگی کو خطرہ نہ ہو اور دوسرے کی زندگی بچا لے تو یہ بعینہ اسلامی روح کے مطابق ہے۔ مگر کوئی شخص اپنی زندگی کو جان بوجھ کر دوسرے کے لئے ختم کرے اس کی اجازت نہیں۔ یہ ایک قسم کی خودکشی ہے سوائے اس کے کہ جنگ وغیرہ کی صورت ہو۔ یہ بالکل اور مضمون ہے۔ اس میں سب کو برابر خطرہ ہے اور اس میں ایک شخص جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے جا کر صحابہ لڑے ہیں اپنے سے زیادہ قیمتی وجود کی جان بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈالتا ہے۔ تو یہ گناہ نہیں ہے۔ لیکن کوئی اپنا دل نکال کر پیش کر دے تو یہ گناہ ہے کیونکہ دل کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ یا جگر کاٹ کر باہر پھینک دے تو یہ گناہ ہے۔ کیونکہ یہ خودکشی کی ایک قسم ہے۔ لیکن اگر ایک گردہ دینے سے کسی بچے یا بچی کی طرف سے گردہ دیا جائے تو ماں کی جان بچتی ہے اور اس کی جان کو خطرہ نہ ہو تو اس میں کون سا گناہ ہے۔

پس اگر جنگوں میں کھلم کھلا اپنی جان پیش کر دینے کی اجازت ہے تو عام حالات میں اس قسم کی قربانیاں اسلام کی روح کے منافی نہیں ہیں۔ مرنے کے بعد تو یہ معاملہ اور بھی زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو صرف یہ خطرہ ہوتا ہے اور مولویوں نے اسی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ اگر آنکھیں نکال دیں تو قیامت کے دن اندھے اٹھیں گے اپنی آنکھیں کسی اور کو ملی ہونگی۔ یہ خطرناک بیوقوفی ہے آنکھوں نے کہاں رہنا ہے۔ وہ نہ بھی دوگے تو گل سڑ جائیں گی۔ ہم نے تو مردوں کے پنجر اور لاشیں ڈیلوں کے بغیر دیکھی ہیں۔ ڈیلے کہاں دیکھے ہیں۔ آنکھوں کے ڈیلے غائب ہو جاتے ہیں اس لئے یہ فضول باتیں ہیں۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کی
سالانہ زر خریداری

برطانیہ پچیس (۲۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ چالیس (۴۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک ساٹھ (۶۰) پاؤنڈ سٹرلنگ
(مینیجر)

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

حضور نے اللہ تعالیٰ کے زندہ کرنے اور مارنے کی صفات کے ذکر میں فرمایا کہ وہ ایک ہی ذات ہے جو زندہ کرتی ہیں۔ اس لئے یہ تعارف کرواتے ہوئے اعلان عام کے ذریعہ یہ بتایا کہ میں اس کی طرف سے آیا ہوں اور مجھ میں وہ صفات ہیں جو زندگی کی صفات ہیں۔ آپ کا زندہ کرنا صفات باری تعالیٰ کا اختیار کرنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کل عالم کا آپ کی طرف رجوع کرنا اس کے سوا ممکن نہیں کہ محمد رسول اللہ میں وہ صفات ہیں جو کل انسانوں میں کسی قسم کا رنگ و نسل کا فرق نہ کرتی ہوں اور وہ صفات خدا کی صفات ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو کسی امریکن، انگریز، چینی، جاپانی نے عرب کے رسول کے طور پر نہیں پکڑا۔ آپ کے وجود میں سوائے اللہ کی نمائندگی کے کوئی وجود دکھائی نہیں دیا۔ یہ چیز رسالت کے ساتھ لازمی ہے۔ صفات میں انہوں نے الوہیت کے رنگ دیکھے تھے۔ اگر افسوس کہ انہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ بعینہ عرب میں سے ایک وجود اٹھے گا جو خدائی صفات کی بنا پر عالمی وجود بن جائے گا۔ کل عالم سے خدا کی ان صفات کی جلوہ گری کے ذریعہ جو عالمی صفات ہیں آنحضرت ﷺ نے قومیتوں کے رنگ مٹا دئے۔

حضور نے فرمایا کہ قوموں کا تفرقہ مٹانا ضروری ہے مگر توحید کے ذریعہ۔ اس کو چھوڑ کر آپ قومی تعصبات کو نہیں مٹا سکتے۔ حضور نے فرمایا کہ توحید میں بھی ایک تفریق ایسی ہے کہ اگر اس پر ہاتھ ڈالیں تو قومیں رد عمل دکھاتی ہیں مثلاً زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ یہ خدا کے نشانات میں سے ہے۔ یہ اختلاف توحید کو باطل نہیں کرتا بلکہ یہ پیغام دیتا ہے کہ اے توحید کے علمبردار اور رنگ و نسل اور زبانوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے الگ الگ ہوتے ہوئے بھی توحید کا ایک گلدستہ بناؤ۔

حضور نے فرمایا کہ جو محمد رسول اللہ کا خلیفہ یا آپ کے خلیفہ کا خلیفہ ہو اس کے اندر خدا کی وہ صفات ضرور جلوہ گر ہوتی ہیں جن کے نتیجہ میں وہ رنگ و نسل کو دیکھتا ہے مگر غیر کی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ اپنا سمجھ کر اپنی نظر سے دیکھتا ہے۔ یہ شخصیت بنانے سے نہیں بنا کرتی۔ یہ اندر سے اٹھتی ہے۔ اس کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ اگر اللہ کے وفادار بنیں گے تو لازم ہے کہ آپ کے اندر یہ شخصیت پیدا ہو۔ اپنے آپ کو کسی قومی شخصیت کے ساتھ نہ ابھاریں بلکہ توحید کی صفات کے ساتھ ابھاریں۔ دنیا دیکھے کہ آپ رحمان بھی ہیں، رحیم بھی ہیں، کریم بھی ہیں۔ گناہگاروں اور کمزوروں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ گردوپیش سب آپ سے فیض اٹھاتے ہیں۔ اس وجود کے ساتھ ابھریں تو ناممکن ہے کہ دنیا کی کوئی قوم بھی آپ کو جھٹلا سکے۔

حضور نے فرمایا کہ کل عالم کو ایک کرنے کے لئے اپنے اپنے ملک میں وحدانیت کے مناظر پیش کریں۔

حضور نے جماعت احمدیہ جرمنی کو اس صدی کے آخر تک سو مساجد کی تعمیر کے منصوبہ کی تکمیل کی طرف بھی بھرپور انداز میں توجہ دلائی اور تفصیل سے رہنمائی فرمائی کہ کس طرح اس منصوبے پر کام کیا جائے۔ اس کے لئے چندوں کی وصولی اور مناسب جگہوں کی خرید اور دیگر مختلف مراحل کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حضور نے کئی ایک ہدایات ارشاد فرمائیں۔

حضور نے خطبہ کے آخر میں حضرت سیدہ بشریٰ بیگم مہر آپا کی وفات کا اعلان کرتے ہوئے آپ کے اوصاف حسنہ کا تذکرہ کیا اور جماعت کی خاطر آپ کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے جرمنی کی سو مساجد کی تعمیر کے لئے مرحومہ حضرت سیدہ مہر آپا کی طرف سے تین لاکھ جرمن مارک دینے کا اعلان فرمایا گویا ہر مسجد کے لئے تین ہزار مارک ان کا حصہ ہوگا۔ اسی طرح حضور نے اپنی طرف سے بھی ۵۰ ہزار مارک کا وعدہ پیش فرمایا اور احباب جماعت جرمنی کو تحریک فرمائی کہ وہ باقی چندوں پر کسی قسم کا منفی اثر ڈالے بغیر اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے مساجد کی تعمیر کے فنڈ میں بھی حصہ لیں مگر توفیق سے بڑھ کر وعدے نہ کریں۔ یہ مومن کو زیب نہیں دیتا لیکن اپنی توفیق بڑھنے کی دعا کرتے رہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم نے اگلی صدی میں اس طرح داخل ہونا ہے کہ ساری دنیا کو عظیم فتوحات دکھائی دے رہی ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"صادق کا صدق خود اس کے لئے زبردست ثبوت اور دلیل ہوتا ہے اور کاذب کا کذب ہی اس کو ہلاک کر دیتا ہے"

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۹۱)

صدق

کاذب کا کذب اس کی ہلاکت کا ہے کفیل
ہوتا نہیں ذلیل ہو جس کا خدا وکیل
ہے آفتاب جس طرح اپنی دلیل آپ
صادق کا صدق اس کی صداقت کی ہے دلیل

"نجات کے متعلق جو عقیدہ قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نہ تو صوم سے ہے نہ صلوٰۃ سے نہ زکوٰۃ سے اور صدقات سے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے جس کو دعا حاصل کرتی ہے" (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۸)

نجات

توکل، تبتل، دعا پر ثبات
بغیر اس کے بنتی نہیں کوئی بات
نہ صدقہ زکوٰۃ اور نہ صوم و صلوٰۃ
فقط فضل اس کا مدار نجات

(عبدالمنان ناہید)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اُور (UR)

بصرہ سے ۱۲۰ میل شمال میں طل المقیر نامی سرخی مائل رنگ کا ایک بڑا ٹیلا تھا جس کے اطراف میں کچھ زینے بنے ہوئے تھے اور علاقہ کے بدو طوفانی موسم میں ٹیلے کی اوٹ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ ۱۸۵۴ء میں بصرہ میں برٹش قونصل کے ایک غیر تجربہ کار افسر G.E.Taylor نے برٹش میوزیم کی درخواست پر اس علاقہ میں آثار قدیمہ کی تلاش شروع کی لیکن چونکہ وہ یہ کام ذاتی دلچسپی کی بجائے وزارتِ خارجہ کی ہدایت پر کر رہے تھے اس لئے مناسب حکمت عملی کا استعمال نہ ہونے سے ہزاروں سال سے محفوظ ان کھنڈرات کی غیر ضروری توڑ پھوڑ شروع ہو گئی۔ پہلے مٹی ہٹانے پر چند دیواریں نمودار ہوئیں اور پکی ہوئی مٹی سے بنائی گئی دو مہریں برآمد ہوئیں جن سے علم ہوا کہ اس عمارت کو ڈھائی ہزار سال قبل اس وقت دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا جب پرانی ہونے کے باعث یہ ٹوٹ پھوٹ چکی تھی اور پہلی بار اسے بادشاہ UR-Nammu نے تعمیر کروایا تھا۔

اُور (UR) کا لفظ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ بائبل کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی ابتدائی زندگی اسی بستی میں بسر ہوئی تھی اور مؤرخین کے مطابق بھی اُور کو اسی علاقہ میں ہونا چاہئے تھا۔ قرآن کریم کے مطابق اس بستی کے باسی بتوں اور اجرام فلکی کی عبادت کیا کرتے تھے۔

اُور کے مقام پر موسم کی شدت، لٹیروں کا خوف اور مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے کھدائی کا کام آسان نہ تھا چنانچہ دو سال بعد ٹیلر کی کوششیں ختم ہو گئیں اور یہ جگہ بدوؤں کی توجہ کا مرکز بن گئی جنہوں نے ہر دستیاب چیز حتّٰی کہ پختہ اینٹیں بھی گدھوں کے ذریعے اپنے گھروں میں منتقل کر لیں۔ ۱۹۱۵ء میں برطانوی فوج کا ایک دستہ یہاں سے گزرا جس کا افسر کیمبل تھامسن برٹش میوزیم سے متعلق رہ چکا تھا۔ اس نے یہاں کا ماہرانہ جائزہ لے کر اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ کھدائی کا کام بہت غیر پیشہ وارانہ انداز میں کیا گیا تھا اور یہ تحقیقی کام جاری رہنا چاہئے۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں طویل تحقیقی کام کا آغاز ہوا جس سے کئی دریافتیں سامنے آئیں مثلاً اس شہر کا نام اُور تھا جہاں حضرت ابراہیمؑ نے پرورش پائی تھی۔ یہاں کے باشندے چاند کی پرستش کرتے تھے۔ ایک چاند مندر تھا جو پورے علاقہ کے لئے اہمیت رکھتا تھا۔ مندر کے احاطہ کے مغربی جانب ایک چار منزلہ مینار تھا جس کی اونچائی ۷۰ فٹ، لمبائی ۲۰۰ فٹ اور چوڑائی ۱۵۰ فٹ تھی۔ ہر منزل کی اوپر کی سطح پر باغیچہ لگایا گیا تھا۔ مختلف ادوار میں جن بادشاہوں نے مندر اور مینار میں تبدیلیاں کیں ان کے نام عمارت پر کندہ ہیں۔ مندر مذہبی رسومات اور معاشرتی تقریبات کا مرکز تھا، یہاں ٹیکس جمع کیا جاتا جو اجناس، مویشی، اون، سونا، لکڑی اور تیل جیسی اشیاء کی صورت میں ہوتا اور اس کا ریکارڈ مٹی کی تختیوں پر رکھا جاتا تھا۔ یہاں اون سے کپڑا بھی تیار ہوتا اور کام کرنے والی عورتوں کے نام اور ان کی تنخواہوں کا حساب بھی ریکارڈ میں درج ہوتا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کی دریافتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ مؤرخین کی توقع سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ مکانات عام طور پر دو منزلہ ہوتے تھے، دیواروں کا نچلا حصہ پختہ اور اوپر کا کچی اینٹوں کا بنایا جاتا۔ دیواروں پر پلستر اور پھر سفیدی کی جاتی۔ ہر گھر میں کئی کمرے ہوتے اور کمروں کے درمیان روشنی اور ہوا کیلئے بغیر چھت کا احاطہ ہوتا۔ بہت سے گھروں سے مٹی کی مورتیاں ملی ہیں۔ بعض گھروں کی نچلی منزل میں مندر ہوتا تھا اور بعض صورتوں میں گھر کے افراد کو مرنے کے بعد اسی مندر کے فرش تلے دفن کر دیا جاتا تھا۔ اس دور میں بادشاہ کو بھی دیوتا کی حیثیت حاصل تھی اور اسے دیوتاؤں کا ہدایت یافتہ خیال کیا جاتا تھا۔ شاہی خاندان کے افراد کو شان و شوکت سے دفن کیا جاتا، قیمتی زیور، برتن، آلاتِ موسیقی اور ہتھیاروں کے علاوہ بادشاہ یا ملکہ کے ساتھ قیمتی کپڑوں میں ملبوس کچھ مصاحب اور کنیزیں بھی دفن ہوتیں۔ ان قربان ہونے والوں کے ڈھانچوں پر تشدد کے نشان نہیں ملے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دفن کرنے سے قبل انہیں کوئی نشہ آور دوا پلا دی جاتی تھی۔ ایک صورت میں رتھ بمع گدھوں کے دفن کر دی گئی تھی۔ یہ سب سامان مرنے والے کی بجائے چوروں کے کام آتا تھا کیونکہ اکثر شاہی مقبرے اس حالت میں ملے ہیں کہ ہزاروں سال قبل ہی وہ اپنے خزانوں سے محروم کیے جا چکے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں اُور پر ہاموربی بادشاہ کی حکومت تھی جس نے سلطنت کے لئے ۳۰۰ قوانین پتھر پر کندہ کرا کے نصب کئے تھے۔ یہ پتھر ۱۹۰۱ء میں دریافت ہوا جو اب پیرس کے میوزیم میں موجود ہے۔ اس کے شروع میں سورج دیوتا کی تعریف کی گئی ہے پھر شادی بیاہ، قتل کی سزا، لین دین، غلاموں کے قوانین درج ہیں۔ ایک دلچسپ قانون ڈاکٹروں کے بارے میں ہے کہ اگر کوئی طبیب کسی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی درست کرے تو اسے مخصوص فیس دی جائیگی لیکن اگر علاج سے مریض مر جائے اور وہ آزاد انسان ہو تو سزا کے طور پر طبیب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اس تہذیب کے خاتمہ کی ایک وجہ یہ ہے کہ دریائے اُور جو پہلے بستی کے قریب سے گزرتا تھا اور نہری نظام کے ذریعہ زمینوں کی سیرابی کے علاوہ آمد و رفت کا ذریعہ بھی تھا، اس نے حضرت عیسیٰؑ کے ظہور سے چند سو سال پہلے اپنا راستہ تبدیل کر لیا جس سے علاقہ کی خوشحالی ختم ہو گئی اور یہاں کے باسی رفتہ رفتہ ہجرت کر گئے۔

محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب کا یہ دلچسپ مضمون روزنامہ "الفضل" ۱۴؍ اپریل کی زینت ہے۔

-......☆......☆......☆......-

حضرت محمد اسماعیل صاحب معتبرؓ

حضرت محمد اسماعیل صاحب معتبرؓ ۱۸۹۲ء میں ملیساں ضلع جالندھر کے ایک علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ مڈل کرنے کے بعد ۱۹۰۶ء میں اپنے بڑے بھائی حضرت ماسٹر محمد علی صاحب اظہرؓ کے ساتھ قادیان پہنچے اور حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر قادیان میں ہی سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ دو ہفتہ بعد آپکے والد محترم نے بھی قادیان آکر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ دوران تعلیم آپؓ کے استاد حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ نے آپؓ کی شرافت و نجابت اور حسنِ اخلاق کی بناء پر آپؓ کو معتبر کے لقب سے نوازا اور پھر یہی لفظ آپکے نام کا حصہ بن گیا۔ ۱۲ء سے ۱۶ تک جموں کالج میں زیر تعلیم رہے اور پھر ۱۷ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں کچھ عرصہ معلم رہ کر ۱۸ء میں آرڈیننس ڈپو فیروزپور میں ملازم ہو گئے اور پھر بسلسلہ ملازمت مختلف شہروں میں مقیم رہے اور ہر جگہ خدمت سلسلہ کی سعادت پائی۔ اس دوران مغلپورہ لاہور کے صدر اور امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔

قادیان کے لئے جب ریل جاری ہوئی تو آپؓ کو بھی حضرت مصلح موعودؓ کے ہمراہ امرتسر سے قادیان تک پہلا سفر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح جب ربوہ سے ریل کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلا ٹکٹ آپؓ نے لاہور کے لئے خریدا (بحوالہ الفضل ۱۵؍ اپریل ۴۹ء)۔

حضرت محمد اسماعیل صاحب معتبر رضی اللہ عنہ نے ۱/۸ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی۔ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے اور ہر مالی تحریک پر لبیک کہا۔ وقف جائیداد اور وقف بعد از ریٹائرمنٹ میں بھی حصہ لیا۔ جون ۴۸ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپؓ کو آڈیٹر تحریک جدید مقرر فرمایا۔ ۵۶ء میں آپؓ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپکی صحت کے پیشِ نظر آپ کو تحریک جدید نے فارغ کر دیا۔ پھر آپ وقف جدید اور ادارۃ المصنفین کے لمبا عرصہ آڈیٹر رہے۔ ۱۰؍ نومبر ۶۴ء کو مانسہرہ میں آپ کی وفات ہوئی اور اگلے روز قطعہ صحابہؓ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ آپؓ کا ذکر خیر آپکے بیٹے مکرم محمود احمد قریشی صاحب کے قلم سے روزنامہ "الفضل" ۱۷؍ اپریل میں شامل اشاعت ہے۔

-......☆......☆......☆......-

☆☆ روزنامہ "الفضل" ۲۱؍ اپریل کی ایک خبر کے مطابق مکرم قاسم اسلام صاحب زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں B.Sc (hon) میں سوم آئے ہیں۔

☆☆ روزنامہ "الفضل" ۲۴؍ اپریل کی ایک خبر کے مطابق مکرمہ ثمرہ ندیم صاحبہ میٹرک کے امتحان میں ضلع لاہور میں دوم آئی ہیں۔

-......☆......☆......☆......-

مکتوب آسٹریلیا

(چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل انٹرنیشنل آسٹریلیا)

ہنسی بہترین دوا ہے

رسالہ "ہیلتھ ایڈمنسٹریٹر" سڈنی کے مطابق موروبا ہسپتال (Motuya Hospital) میں (جو نیو ساؤتھ ویلز کے جنوبی ساحل پر واقع ہے) مریضوں اور ہسپتال کے عملہ کے لئے ایک ہنسنے ہنسانے والا کمرہ (Laughter room) تعمیر کیا گیا ہے جس کی بنیاد غالبًا اس مقولہ پر ہے کہ ہنسی بہترین دوا ہے۔ (Laughter is the best medicine)۔

اس کمرہ میں نت نئے دلچسپ کارٹون آویزاں کئے جاتے ہیں۔ نیز مزاحیہ آڈیو ویڈیو کیسٹس اور لطائف وغیرہ پر مبنی کتابیں رکھی گئی ہیں۔ تاکہ انسان جب ان کو دیکھے سنے یا پڑھے تو ان سے محظوظ ہو۔ ہسپتال والوں کا خیال ہے کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے مریض خیالات بیماری وغیرہ سے ہٹا سکیں تو اس کے جلد صحتیاب ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

سیانے کہتے ہیں کہ انسان کے خیالات اور سوچ کا اس کی بیماری اور صحت سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ مریض کی عیادت میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مریض سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں اکیلا اور بیکار نہیں ہوں بلکہ کچھ لوگ میرے لئے فکر مند ہیں اور مجھ سے پیار رکھتے ہیں اور دعائیں کرنے والے بھی ہیں۔ اس طرح اس کا حوصلہ بڑھتا ہے اور ادھر ادھر کی دلچسپ باتوں سے کچھ عرصہ کے لئے طبیعت بہل جاتی ہے اور خواہ وقتی طور پر ہی سہی مریض مایوسی و یاس سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ مریض سے حوصلہ دلانے والی باتیں کرنی چاہئیں نہ کہ اس مزید مایوس کرنے والی۔ آنحضرت ﷺ جب کسی کی بیمار پرسی کرتے تو یوں فرماتے کوئی فکر کی بات نہیں۔ خدا چاہے تو تو اچھا ہو جاوے گا۔ (بخاری)

نیز آپ بیمار پرسی کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ "لوگو! بیماروں کی بیمار پرسی کرو، اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، قیدیوں کو چھڑا لیا کرو" (بخاری۔ بحوالہ پیارے رسول کی پیاری باتیں۔ مصنفہ حضرت علامہ میر محمد اسحاقؓ۔ "شائع کردہ انجمن ترقی اسلام سکندر آباد دکن، انڈیا)۔

☆☆☆☆☆

آسٹریلیا میں کنواری عورتیں IVF کے ذریعہ مائیں بن سکتی ہیں

سارے آسٹریلیا میں وکٹوریہ ہی ایک ایسی ریاست باقی رہ گئی تھی جہاں غیر شادی شدہ عورتیں ٹیسٹ ٹیوب بچوں کی مائیں بننے کی اجازت نہ تھی۔ (یعنی بذریعہ I.V.F. یا (In-vitro fertilisation)۔ لیکن اب وہاں کی حکومت نے بھی اس کی اجازت دے دی ہے۔

کچھ عرصہ قبل ملبورن وکٹوریہ میں تین کنواری عورتوں نے اس طریق سے بچے حاصل کرنے کے لئے رائل ویمن ہسپتال اور فری میسن (Freemasons) ہسپتال سے اپنی خواہش کا اظہار کیا لیکن انہوں نے معذرت کر دی۔ جس پر انہوں نے ہسپتالوں کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ Federal Sex Discremination Act یعنی مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق کے قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ انہیں نہ صرف مردوں کے مساوی حقوق بلکہ بنیادی انسانی حقوق سے ناجائز محروم کیا گیا ہے۔ چنانچہ Federal Human Rights and equal oppertunity Commission نے انکے حق میں فیصلہ صادر کرتے ہوئے ہسپتالوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تینوں عورتوں کو تیس تیس ہزار ڈالر حرجانہ ادا کریں۔

ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ وہ اس فیصلہ پر خوش ہیں وہ تو پہلے ہی اس حق میں تھے لیکن جیل جانے یا جرمانہ بھگتنے کا خطرہ تھا جو دور ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر انڈریو سپئیرز جو رائل ویمن ہسپتال میلبورن کے متعلقہ شعبہ کے سربراہ ہیں کہتے ہیں کہ اکثر عورتیں حیران تھیں کہ کتنی عجیب بات ہے کہ آج کے زمانہ اور دور میں بھی کوئی ایسا کالا قانون ہو سکتا ہے جو صرف شادی شدہ عورتوں کو IVF کے ذریعہ بچے پیدا کرنے کا حق دیتا ہو اور کنواریوں کو اس حق سے محروم رکھتا ہو۔

جب نظریں ہی ٹیڑھی ہو جائیں تو سیدھی بات بھی ٹیڑھی ہی لگتی ہے۔ رہے سیکولر عدالتوں کے فیصلے تو وہ بھی قوم کی مجموعی سوچ اور مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اور اسے عقل و انصاف کی کسوٹی سمجھا جاتا ہے جبکہ مجرد عقل کے بارہ میں یہی بات سچ ہے کہ وہ تو خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو۔

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission
6/6/97 - 12/6/97

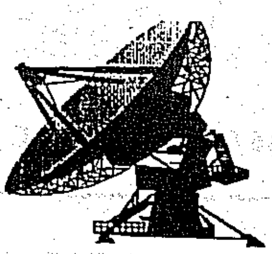

HIGHLIGHTS

Programmes With Hadhrat Khalifatul Masih IV

Liqaa Ma'al Arab & Urdu Class	Everyday
Homoeopathy Class	Monday & Thursday
Quran Class	Tuesday & Wednesday
Homoeopathy Class Review (After Quran Class)	Wednesday
Children's Mulaqat	Saturday
Mulaqat With Urdu Speaking Friends	Friday
Question & Answer Session	Saturday
Question & Answer Session (New)	Sunday
Mulaqat With English Speaking Friends	Sunday

Programmes in Different Languages

German & Bengali	Everyday	French /Swahili	Wednesday
Albanian	Sunday	Russian / Bosnian	Thursday
Indonesian	Monday	Sindhi	Thursday
Turkish	Monday	Norwegian	Tuesday

Regular Features

MTA Sports	Monday	Medical Matters	Tuesday
Al Maidah	Wednesday	Bazm-e-Moshaira	Thursday
Quiz Program	Thursday	Computers For Everyone	Friday

29 MOHARRAM
Friday 6th June 1997

- 00.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 00.05 Tilawat, Hadith, News
- 00.30 Children's Corner : 1) Yassarnal Quran
- 01.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
- 02.00 Quiz Programme - Quiz Nusrat Jehan Academy (R)
- 02.30 Huzur's Reply To Allegations- Session 28 (18.5.94) (Part 2) (R)
- 03.00 Urdu Class (R)
- 04.00 Learning Dutch (R)
- 05.00 Homoeopathy Lesson - With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 06.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 06.05 Tilawat, Hadith, News
- 06.30 Children's Corner - 1) Yassarnal Quran
- 07.00 Pushto Programme
- 08.00 Bazm-e-Moshaira Organized By Nusrat Jehan Academy , Rabwah (Part 1) (R)
- 09.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
- 10.00 Urdu Class
- 11.00 Computers For Everyone -Part 12
- 12.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 12.05 Tilawat, News
- 12.30 Darood Shareef and Nazm
- 13.00 Friday Sermon by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Fazl Mosque, London, UK -6.5.97
- 14.00 Bengali Programme
- 15.00 Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV With Urdu Speaking Friends - 6.5.97
- 16.00 Liqaa Ma'al Arab (N)
- 17.00 Swahili Programme
- 18.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 18.05 Tilawat, Hadith, News
- 18.30 Children's Corner - Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV
- 19.00 German Programme
- 20.00 Urdu Class (N)
- 21.00 Medical Matters with Dr M.H.Khan
- 21.30 Friday Sermon by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Fazl Mosque, London, UK -6.5.97 (R)
- 22.45 Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV With Urdu Speaking Friends - 6.5.97 (R)

1 SAFAR
Saturday 7th June 1997

- 00.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 00.05 Tilawat, Hadith, News
- 00.30 Children's Corner -Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 01.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
- 02.00 Response To Phil Arms , A Christian Priest By: M.A. Cheema Sahib (No. 4)
- 03.00 Urdu Class (R)
- 04.00 Computers For Everyone-Part 12(R)
- 05.00 Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV With Urdu Speaking Friends - 6.5.97 (R)
- 06.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 06.05 Tilawat, Hadith, News
- 06.30 Children's Corner - Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 07.00 Friday Sermon by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Fazl Mosque, London, UK - 6.5.97
- 08.00 Medical Matters with Dr M.H. Khan
- 08.55 Liqaa Ma'al Arab
- 09.55 Urdu Class
- 10.55 Interview : Sheikh Mahboob Alam Khalid
- 12.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 12.05 Tilawat, News
- 12.30 Learning Chinese
- 13.00 Q/A Session with Hadhrat Khalifatul Masih IV, At Fazl Mosque , London (28.8.87) (Part 1)
- 14.00 Bengali Programme
- 15.00 Children's Mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV -7.5.97
- 16.00 Liqaa Ma'al Arab (R),
- 17.00 Arabic Programme - Tafseer-ul-Quran
- 18.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 18.05 Tilawat, Hadith, News
- 18.30 Children's Corner - Let's Learn Salat
- 19.00 German Programme
- 20.00 Urdu Class (N)
- 21.00 Islamic Teachings - Rohani Khazaine
- 22.00 Children's Mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV - 7.5.97(R)
- 23.00 Learning Chinese
- 23.30 Hikayat-e-Shereen

2 SAFAR
Sunday 8th June 1997

- 00.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 00.05 Tilawat, Hadith, News
- 00.30 Children's Corner - Let's Learn Salat
- 01.00 Liqaa Ma'al Arab
- 02.00 Canadian Horizon:Tech Talk-No. 16
- 03.00 Urdu Class (R)
- 04.00 Learning Chinese
- 05.00 Children's Mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (31.5.97) (R)
- 06.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 06.05 Tilawat, Hadith, News
- 06.30 Children's Corner - Let's Learn Salat
- 07.00 Siraiki Programme
- 08.00 Islamic Teachings - Rohani Khazaine
- 09.00 Liqaa Ma'al Arab -(R)
- 10.00 Urdu Class (R)
- 11.00 Around The Globe : Handicraft Exhibition '97 - Lajna Imaillah, Jam Pur
- 12.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 12.05 Tilawat, News
- 12.30 Learning Chinese
- 13.00 Q/A Session with Hadhrat Khalifatul Masih IV, Holland (4.5.97) (Part 1)
- 14.00 Bengali Programme
- 15.00 Mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV with English Speaking Friends - 8.6.97
- 16.00 Liqaa Ma'al Arab
- 17.00 Albanian Programme
- 18.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 18.05 Tilawat, Hadith, News
- 18.30 Children's Corner - Children's Workshop (No. 1)
- 19.00 German Programme
- 20.00 Urdu Class (N)
- 21.00 Bait Bazi
- 21.30 Dars-ul-Quran (No. 3) (1996) By Hadhrat Khalifatul Masih IV - Fazl Mosque , London
- 23.30 LearningChinese

3 SAFAR
Monday 9th June 1997

- 00.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 00.05 Tilawat, Hadith, News
- 00.30 Children's Corner- Children's Workshop (No. 1) (R)
- 01.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
- 02.00 Around The Globe : Handicraft Exhibition '97 - Lajna Imaillah , Jam Pur (R)
- 03.00 Urdu Class (R)
- 04.00 Learning Chinese (R)
- 05.00 Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV With English Speaking Friends (8.6.97)
- 06.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 06.05 Tilawat, Hadith, News
- 06.30 Children's Corner - Children's Workshop (No. 1) (R)
- 07.00 Dars-ul-Quran (No. 3) (1996) By Hadhrat Khalifatul Masih IV , Fazl Mosque London , U.K. (R)
- 08.30 Bait Bazi (R)
- 09.00 Liqaa Ma'al Arab- (R)
- 10.00 Urdu Class (R)
- 11.00 M.T.A. Sports - Volley Ball (Final)
- 12.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 12.05 Tilawat, News
- 12.30 Learning Norwegian
- 13.00 Indonesian Programme
- 14.00 Bengali Programme
- 15.00 Homoeopathy Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV
- 16.00 Liqaa Ma'al Arab - (N)
- 17.00 Turkish Programme
- 18.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 18.05 Tilawat, Hadith, News
- 18.30 Children's Corner - Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV
- 19.00 German Programme
- 20.00 Urdu Class
- 21.00 Islamic Teachings - Rohani Khazaine
- 22.00 Homoeopathy Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 23.00 Learning Norwegian

4 SAFAR
Tuesday 10th June 1997

- 00.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 00.05 Tilawat, Hadith, News
- 00.30 Children's Corner --Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 01.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
- 02.00 M.T.A. Sports - Volley Ball (Final)
- 03.00 Urdu Class (R)
- 04.00 Learning Norwegian (R)
- 05.00 Homoeopathy Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 06.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 06.05 Tilawat, Hadith, News
- 06.30 Children's Corner - Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 07.00 Pushto Programme
- 08.00 Islamic Teachings - Rohani Khazaine
- 09.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
- 10.00 Urdu Class (R)
- 11.00 Medical Matters : Heart Diseases - Guest : Dr. Masood-ul-Hasan Noori
- 12.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 12.05 Tilawat, News
- 12.30 Learning French
- 13.00 From The Archives - Friday Sermon by Hadhrat Khalifatul Masih IV , Fazl Mosque, London , U.K. (30.3.90)
- 14.00 Bengali Programme
- 15.00 Tarjumatul Quran Class - With Hadhrat Khalifatul Masih IV-10.6.97
- 16.00 Liqaa Ma'al Arab - (N)
- 17.00 Norwegian Programme
- 18.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 18.05 Tilawat, Hadith, News
- 18.30 Children's Corner -1) Yassarnal Quran
- 19.00 German Programme
- 20.00 Urdu Class (N)
- 21.00 Around The Globe - Hamari Kaenat
- 22.00 Tarjumatul Quran Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV-10.6.97
- 23.00 Learning French
- 23.30 Hikayat-e-Shereen (N)

5 SAFAR
Wednesday 11th June 1997

- 00.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 00.05 Tilawat, Hadith, News
- 00.30 Children's Corner - 1) Yassarnal Quran
- 01.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
- 02.00 Medical Matters :Heart Diseases - Guest : Dr. Masood-ul-Hasan Noori (R)
- 03.00 Urdu Class (R)
- 04.00 Learning French
- 05.00 Tarjumatul Quran Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV-10.6.97
- 06.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 06.05 Tilawat, Hadith, News
- 06.30 Children's Corner -1) Yassarnal Quran
- 07.00 Russian Prog. :Q/A Session With Guests From Russia & Kazakhistan
- 08.00 Around The Globe -Hamari Kaenat
- 09.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
- 10.00 Urdu Class (R)
- 11.00 Seerat Sahaba Hadhrat Masih-i-Masih Maud (A.S) : Life of Hadhrat Imam Din Golki Sahib (R.A.)
- 12.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 12.05 Tilawat, News
- 12.30 Learning Arabic
- 13.00 African Programme
- 14.00 Bengali Programme
- 14.45 Tarjumatul Quran Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV-11.6.97
- 16.00 Liqaa Ma'al Arab (New)
- 17.00 French Programme
- 18.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 18.05 Tilawat, Hadith, News
- 18.30 Children's Corner - Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV
- 19.00 German Programme
- 20.00 Urdu Class (N)
- 21.00 Al Maidah - Kitchen Hygiene
- 21.45 Tarjumatul Quran Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV-11.6.97
- 23.00 Learning Arabic
- 23.30 Arabic Programme: Qaseedah/Nazm

6 SAFAR
Thursday 12th June 1997

- 00.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 00.05 Tilawat, Hadith, News
- 00.30 Children's Corner - Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 01.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
- 02.00 Canadian Horizon: 1) Moshaira 2) Symposium - Speech By: Maulana Mubarak Nazir
- 03.00 Urdu Class (R)
- 04.00 Learnin[illegible] Arabic (R)
- 04.30 Arabic Programme - Qaseedah/Nazm
- 04.45 Tarjumatul Quran Class With Hadhrat Khalifatul Masih IV-11.6.97
- 06.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 06.05 Tilawat, Hadith, News
- 06.30 Children's Corner - Mulaqat With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 07.00 Sindhi Programme -Translation of Friday Sermon By Hadhrat Khalifatul Masih IV (8.9.95)
- 08.00 Al Maidah - Kitchen Hygiene (R)
- 09.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
- 10.00 Urdu Class (R)
- 11.00 Quiz Programme - Nusrat Jehan Academy
- 11.30 Huzur's Reply To Allegations - Session 29 (19.5.94) (Part 1)
- 12.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 12.05 Tilawat, News
- 12.30 Learning Dutch
- 13.00 Chinese Programme: Philosophy of The Teachings of Islam
- 14.00 Bengali Programme
- 15.00 Homoeopathy Lesson - With Hadhrat Khalifatul Masih IV
- 16.00 Liqaa Ma'al Arab - (N)
- 17.00 Bosnian Programme
- 18.00 *Announcements and Detail of Programmes*
- 18.05 Tilawat, Hadith, News
- 18.30 Children's Corner -1) Yassarnal Quran
- 19.00 German Programme
- 20.00 Urdu Class (N)
- 21.00 Bazm-e-Moshaira : Mehfil-e-Naat , Organized By Nusrat Jehan Academy, Rabwah (Part 2)
- 22.00 Homoeopathy Lesson - With Hadhrat Khalifatul Masih IV (R)
- 23.00 Learning Dutch

Please note : Programmes and Timings may change without prior notice. All times are g[illegible] in British time. For more information please phone or fax. +44 .181 .874 .8344

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (0181) 870 8517

Fax: (0181) 870 1095

Vol. 4 Friday, June 6,1997 No.23

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

رسول رحمت کے مقدس دین کا قتل عام

وفاقی شرعی عدالت کے مشیر ریاض الحسن نوری کی خصوصی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

"مسجدوں میں دہشت گردی کرنے والے خدا کے گھر اور خود خدا اور رسولؐ اور اسلام کی توہین کے مترادف جرم میں ملوث ہوتے ہیں۔ کچھ مسلمان تو رسول رحمتؐ کے اسوہ حسنہ پر عمل کر کے اسلام کی اچھی عملاً تبلیغ کرتے ہیں جبکہ کچھ ظالم مسجد یا مسجد کے باہر فتک یعنی اچانک حملوں سے رسول رحمتؐ کے دین کی توہین کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی بے عزتی اور بدنامی کا سبب بنتے ہیں اس ظلم کی وجہ مسجدوں میں جانے سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ اس آیت قرآنی کے مجرم بن جاتے ہیں جس میں مسجد میں جانے سے منع کرنے والے ظالموں کا ذکر ہے۔ راقم الحروف توہین رسالتؐ کے لئے سزائے موت کا قائل ہے۔ توہین رسالت ہو یا اسلام کی بدنامی اس کے ذریعے سے رحمت للعالمین کا مذہب بدنام ہوتا ہے اور یہ چیز دنیا میں امن کے قیام کو روکتی ہے۔ لوگوں کو مسلمان بن کر دنیا اور آخرت سنوارنے سے روکتی ہے۔ دوزخ کا راستہ کھولتی ہے جنت کا بند کرتی ہے۔ یہ چیز حقوق انسانی کے خلاف سب سے بڑا جرم ہے۔ کیونکہ چوری، ڈاکے اور قتل انسانوں کو دنیاوی نقصان پہنچاتی ہے مگر اچانک حملوں سے سنت کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے عوام الناس کے لئے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کا راستہ روکتے ہیں۔ قرآن میں تو نبی علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ "سو یہ کتنی بڑی رحمت خداوندی ہے کہ اے نبی تم ان لوگوں کے لئے نرم مزاج ہو۔ اگر کہیں تم سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ ضرور تمہارے گرد و پیش سے منتشر ہو جاتے۔ سو تم معاف کر دو ان کو اور دعائے مغفرت کرو ان کے حق میں" (۱۵۹:۳)۔ اب جو چاہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی کر کے اسلام اور پیغمبر رحمت کا دنیا میں نام بلند اور رحم میں اونچا کرے جیسا کہ خدا نے خود قرآن میں کہا ہے کہ ہم نے تیرے نام کو بلند کیا ہے اور جو چاہے قرآن و سنت کی مخالفت کرتے ہوئے ملعون ابن ملجم کا طریقہ اختیار کر کے اسلام اور پیغمبر اسلام رسولؐ رحمت کی بدنامی کا باعث بن کر تبلیغ اسلام کے راستے پر پہاڑوں جیسی رکاوٹیں پیدا کرے اور اپنا نام اسلام کے بدترین دشمنوں میں درج کرائے۔

غالب اس تلخ نوائی سے رکھیو معاف
آج درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

منافقین کے ساتھ اور دشمنوں کے ساتھ رسول رحمت علیہ السلام کا سلوک آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب دیکھئے کہ منافقین سے نبی رحمت کا کیا عمل تھا۔ شبلی نعمانی سیرت النبیؐ میں لکھتے ہیں:

"ابن ابی بن سلول وہ شخص تھا جو عمر بھر منافق رہا اور کوئی موقع اس نے آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں اور علانیہ استخفاف و اہانت کا ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ کفار قریش کے ساتھ اس کی خفیہ خط و کتابت تھی۔ غزوہ احد میں عین موقع پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج سے الگ ہو گیا۔ واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے والوں میں وہ سب سے آگے تھا لیکن بایں ہمہ اس کی فرد جرم کو رحمت عالم کا حلم و عفو ہمیشہ دھوتا رہا۔ وہ مرا تو آپؐ نے اس کی مغفرت کی نماز پڑھی اس پر حضرت عمرؓ نے کہا "یا رسول اللہ آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے یہ کہا اور یہ کہا۔ آپؐ یہ سن کر متبسم ہوئے اور فرمایا 'ہٹو اے عمر' جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا 'اگر مجھے اختیار دیا جاتا اور معلوم ہوتا کہ اگر ستر دفعہ میں نماز پڑھوں تو اس کی بخشش ہو سکتی ہے، تو میں اس سے بھی زیادہ پڑھتا" (سیرت النبی صفحہ ۴۶۶، ۴۶۷)

دوسرے مقام پر صحیح بخاری تفسیر سورہ منافقون کے حوالے سے شبلی لکھتے ہیں اور اہم حکمت واضح کرتے ہیں کہ حدیث کی رو سے کوئی بھی ایسا کام نہ کرنا چاہئے جو بدنامی کا سبب بن سکے۔ ایک دفعہ ایک غزوہ میں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو تھپڑ مارا۔ انصاری نے کہا "یاللانصار یعنی انصار کی دہائی" مہاجر نے بھی مہاجرین کی دہائی دی۔ قریب تھا کہ دونوں میں تلوار چل جائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا "یہ کیا جاہلیت کی باتیں ہیں"۔ دونوں رک گئے۔ عبداللہ بن ابی نے سنا تو کہا "مدینہ چل کر ذلیل مسلمانوں کو نکال دوں گا۔ ساتھیوں سے کہا آسان بات یہ ہے کہ تم لوگ مہاجر کی خبر گیری سے ہاتھ اٹھا لو، یہ خود تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ واقعہ مذکور ہے (ترجمہ) یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو تاکہ وہ منتشر ہو جائیں۔ (ترجمہ) کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ کو واپس چلیں گے تو معزز لوگ کمینوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا کہ تم نے یہ الفاظ کہے تھے، اس نے صاف انکار کیا۔ حضرت عمرؓ موجود تھے بولے یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا لوگ چرچا کریں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ منافقوں کو قتل نہ کرنے کی یہ بڑی حکمت بھی ہے! پس ثابت ہو گیا کہ اگر یہ لوگ مخالفین کو کافر، منافق، گمراہ، ذمی، محارب کچھ بھی قرار دیں مگر اچانک حملہ سے اسلام کی رو سے ان میں سے کسی کو بھی مارنے کی گنجائش نہیں۔ ایسا کرنے والے اسلام کو بدنام کرنے والے بدترین مخلوق ہیں۔"

(روزنامہ جنگ۔ ۲۰/ جنوری ۱۹۹۷ء)

ظھر الفساد فی البر والبحر
پاکستانی معاشرہ کا عبرت انگیز نقشہ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک خطاب کا اہم اقتباس پیش ہے:

"نبی اکرم ﷺ کے ایک قول مبارک کے مطابق منافق کی چار علامتیں ہیں "اذا حدث کذب، و اذا اؤتمن خان، و اذا وعد اخلف، و اذا خاصم فجر"۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ چار اوصاف ایسے ہیں کہ جس میں یہ چاروں اوصاف پائے جائیں وہ کٹر منافق ہے، صد فیصد منافق ہے، لیکن اگر ان اوصاف میں سے کوئی وصف پایا جائے تو وہ اسی نسبت سے منافق ہے، جب تک کہ وہ اس سے باز نہیں آتا۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں:

(۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔
(۲) وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے،
(۳) امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور
(۴) اگر کہیں کوئی جھگڑا ہو جائے تو فوراً آپے سے باہر آ جائے، گالم گلوچ اور مار دھاڑ پر اتر آئے۔

آپ دیکھ لیجئے کہ ہمارے معاشرے میں یہ چاروں چیزیں موجود ہیں۔ آپ کے ہاں جو جتنا بڑا ہے وہ اتنا ہی بڑا جھوٹا ہے، اتنا ہی بڑا خائن ہے، اور اتنا ہی بڑا وعدہ خلاف ہے۔ نفاق کی دوسری صورت کو نفاق باہمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آج ہماری قوم قومیتوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ فرقہ واریت، طبقاتیت، لسانیت اور صوبائیت نفاق باہمی کی مختلف صورتیں ہیں کہ جن سے ہم دوچار ہیں۔

اس نفاق باہمی اور نفاق عملی سے ایک طرف ہمارے کردار کا دیوالیہ نکل گیا ہے اور دوسری طرف اتحاد و اتفاق ختم ہو گیا ہے۔ لیکن ہم نے اس "عذاب ادنیٰ" سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ میرا اشارہ سورۃ السجدہ کی آیت ۲۱ کی طرف ہے اور اس کی ہم مضمون سورہ الروم کی آیت ۴۱ ہے، جس کے الفاظ ہیں:

﴿ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون﴾۔

پاکستانی معاشرے پر یہ آیت صد فیصد چسپاں ہوتی ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بر و بحر کے اندر لوگوں کے ہاتھوں کے کرتوتوں کے سبب فساد رونما ہو چکا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے کچھ کرتوتوں کا مزا چکھائے۔ (گویا یہ سزا بھی ہمارے کچھ کرتوتوں کی ہے، سارے کرتوتوں کی نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "و یعفوا عن کثیر" یعنی بہت سی چیزوں سے تو وہ درگزر بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ سزا اس لئے دیتا ہے کہ شاید لوگ باز آ جائیں، ہوش میں آ جائیں۔ یہی مضمون سورۃ السجدۃ (آیت ۲۱) میں بایں الفاظ آیا ہے:

"ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزا چکھائیں گے، شاید کہ یہ لوٹ آئیں۔"

گویا یہ چھوٹا عذاب تھا اس بڑے عذاب کے مقابلے میں جو کہ آنے والا ہے۔ ویسے اپنی جگہ تو یہ بھی عظیم ترین عذاب تھا۔ اس لئے کہ جن ہندوؤں پر ہم نے آٹھ سو برس تک حکومت کی تھی ان کے قیدی بن کر رہے ہیں۔ ترانوے ہزار افراد کو ان کے قیدی بنا کر مدھیہ پردیش سنٹرل انڈیا تک ٹرکوں کے اندر لاد کر بھیڑوں بکریوں کی طرح لے جایا گیا۔ اس موقعہ پر اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ "ہم نے اپنی ہزار سالہ شکست کا انتقام لے لیا......"۔ ہم نے اس سانحہ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اس کے شب و روز میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے؟ اس کے مشاغل اور دلچسپیوں میں سر مو کوئی فرق واقع ہوا ہے؟ کسی کی زندگی کا نقشہ بدلا ہو، اس کی ترجیحات بدلی ہوں، کسی نے حرام خوری چھوڑی ہو، کسی نے سودی معاملہ چھوڑا ہو؟ اپنے اوپر قیاس کر لیجئے کہ کوئی سبق حاصل نہیں ہوا۔ حالات بد سے بدتر ہوئے ہیں۔ عریانی اور فحاشی اس وقت کے مقابلے میں سو گنا زیادہ ہے، فراڈ اور غبن تو ہزار گنا زیادہ ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بات بھی نوٹ کر لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی تقویم ہے۔ اس نے ہمیں ۲۵ برس کی مہلت دی تھی۔ شمسی حساب سے اگرچہ چوبیس برس اور چار مہینے بنے تھے لیکن قمری حساب سے پورے ۲۵ برس ہو گئے تھے کہ جب اللہ کے عذاب کا کوڑا ہماری پیٹھ پر پڑا۔ دوسرے پچیس برس پورے بھی مکمل ہو چکے ہیں۔ میں وہ "Sense of Urgency" منتقل کرنا چاہتا ہوں کہ

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا!

وہ دوسرا کوڑا ہماری پیٹھ پر پڑنے کو ہے۔ اس بات کو کوئی انہونی نہ سمجھنا چاہئے، واقعتاً صورت حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ اس صورت حال کو ایک تمثیل سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس وقت ہمارا حال قومی اعتبار سے ایسے ہے کہ جیسے کسی شخص کو جکڑ دیا گیا ہو اور وہ ہاتھ پاؤں ہلا نہ سکے، لیکن ساتھ ہی وہ اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو کہ کوئی اژدھا اس کے گرد اپنا گھیر اتنگ کر رہا ہے اور کچھ دیر کی بات ہے کہ وہ ذرا تناؤ پیدا کرے گا اور اس کی ہڈی پسلی ایک کر دے گا۔ یا کوئی شخص اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ سیلاب کا پانی چڑھتا آ رہا ہے، ابھی اس کے گھٹنوں تک تھا، اب کمر تک آ گیا ہے، لیکن وہ ہل نہ سکتا ہو۔ ہماری صورتحال بھی اس وقت بعینہ یہی ہے۔ ہم "ورلڈ بنک" اور "آئی ایم ایف" **جیسے اداروں کے شکنجوں میں آ چکے ہیں۔ اس وقت یہودیوں کا ذرائع ابلاغ پر تسلط ہے اور ان کا عالمی سطح پر مالیاتی نظام پوری دنیا کو کنٹرول کر رہا ہے۔"**

(ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور،

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں:۔

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔